رمضان المبارک

کیسے گزاریں

اس کتاب میں رمضان مقدس کی فضیلت واہمیت، رمضان المبارک کے شب وروز کو قیمتی بنانے کے طریقے، روزے کے فضائل ومسائل، زکوٰۃ کے ضروری مسائل، صدقۃ الفطر کے فضائل ومسائل، تراویح، اعتکاف اور شب قدر وغیرہ عبادات کو قابل اطمینان اور مدلل انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

(مؤلف)

حضرت مولانا محمد علاء الدین صاحب قاسمی مدظلہ العالی

(خلیفہ ومجاز)

حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم ادریس حبان رحیمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ناشر: خانقاہ اشرفیہ ومکتبہ رحمت عالم رحمانی چوک پالی گھنشیام پور ضلع دربھنگہ (بہار)

رمضان المبارک
کیسے گزاریں

اس کتاب میں رمضان مقدس کی فضیلت واہمیت، رمضان المبارک کے شب وروز کو قیمتی بنانے کے طریقے، روزے کے فضائل ومسائل، زکوۃ کے ضروری مسائل، صدقۃ الفطر کے فضائل ومسائل، تراویح، اعتکاف اور شب قدر وغیرہ عبادات کو قابل اطمینان اور مدلل انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

(مؤلف)

حضرت مولانا محمد علاءالدین صاحب قاسمی مدظلہ العالی

(خلیفہ ومجاز)

حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم ادریس حبان رحیمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ ومجاز: حاذق الامت حضرت مولانا ذکی الدین صاحب پرنامبٹی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ ومجاز: مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ ومجاز: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر: خانقاہ اشرفیہ ومکتبہ رحمت عالم رحمانی چوک پالی گھنشیام پور ضلع دربھنگہ (بہار)

مخلص اور طالب حق کو طباعت کی اجازت ہے

اگر کوئی نیکی کا طالب اردو کے علاوہ دوسری زبانوں میں اس کتاب کو منتقل کرنا چاہے تو اجازت ہے۔

نام کتاب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔رمضان المبارک کیسے گذاریں

مؤلف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حضرت مولانا محمد علاء الدین صاحب قاسمی مدظلہ العالی

کمپیوٹر و کتابت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔عبداللہ علاء الدین قاسمی

صفحات۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔123

تعداد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ملنے کے پتے

☆ قاری عبدالعلّام صاحب، C-178 تیسری منزل نزد چاند مسجد پُرانی سیما پوری (دہلی-95)
☆ حاجی عبدالغنی صاحب، A-330 نزد مرکزی جامع مسجد پُرانی سیما پوری (دہلی-95)
☆ قاری مطیع الرحمٰن صاحب، اتوار بازار، نزد مدینہ مسجد، اگر نگر مبارک پور، (نئی دہلی)
☆ محمد اسلم و حافظ عبدالعزیز صاحب، چمن جنرل اسٹور 1981 گلی قاسم جان بازار لال کنواں، نزد ہمدرد دواخانہ (دہلی-6)

CONTACT KHANQUAH

Abdullah: 7654132008-Q. Abdul Allam: 9818406313
H. Abdul Gani : 9811542512 Md Aslam: 9250283190
H. Abdul Aziz:9811626704 Q. Mutiur Rahman: 8882919635
Email: Abdullahdbg1994@gmail.com

فہرست مضامین

رمضان المبارک ایسے گذاریں۔ 08
رمضان کریم کی فضیلت۔ 22
روزے کی فضیلت۔ 23
سحری کے کھانے میں برکت ہے۔ 24
افطار سے پہلے اور بعد کی دعا۔ 25
رمضان کے آخری عشرہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل۔ 25
لیلۃ القدر ہزار مہینے سے بہتر رات ہے۔ 25
لیلۃ القدر کی دعا۔ 26
بغیر عذر کے رمضان کے روزے نہ رکھنے کا نقصان۔ 26
تراویح کا ثواب۔ 27
اعتکاف کا ثواب۔ 27
درج ذیل امور سے واجب اور مسنون اعتکاف فاسد ہوجاتا ہے۔ 27
اعتکاف میں کھانا لانے والا کوئی نہ ہو تو کھانے کے لیے باہر نکلنا۔ 28
معتکف غسل فرض ہونے کی صورت میں مسجد سے کیسے نکلے؟۔ 28
اعتکاف میں بذریعہ واٹس ایپ بات چیت کرنے کی صورت۔ 29
مسنون اعتکاف توڑ دیا تو کیا حکم ہے؟۔ 29
حیض کی وجہ سے اعتکاف ٹوٹ جائے تو اس کی قضا کیسے ہوگی۔ 30
عورت کا اعتکاف کی حالت میں دروازہ کھولنے کیلئے جانا۔ 30

کیا مسجد میں اعتکاف کی حالت میں چار پائی استعمال کر سکتے ہیں؟۔ 31
مرد کو گھروں میں اعتکاف کرنے کی اجازت نہیں۔ 31
عورت کا عدت کے دوران اعتکاف کرنا۔ 31
روزہ دار کے لیے پرہیز۔ 32
روزے میں کوتاہیاں۔ 32
رمضان کے ضروری مسائل۔ 33
رمضان شریف کے روزے۔ 34
قضا کے روزے۔ 36
نذر کے روزے۔ 38
نفل روزے۔ 39
کن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا / اور کن چیزوں سے ٹوٹ جاتا ہے اور قضا یا کفارہ لازم آتا ہے؟۔ 41
سحری اور افطاری۔ 44
کن وجوہ سے روزہ توڑ دینا جائز ہے؟۔ 46
فدیہ اور اس کے احکام کیا ہیں؟۔ 49
روزہ میں انجکشن لگوانے کا حکم۔ 51
اگر کوئی روزہ کی حالت میں خون کا عطیہ دے تو کیا روزہ ٹوٹ جائے گا؟۔ 51
روزے کی حالت میں انجکشن لگوانا اور ڈراپ آنکھوں میں اور کانوں اور ناک میں ڈالنا کیسا ہے؟ 52
کیا روزے کی حالت میں سر میں تیل اور آنکھوں میں سرمہ یا کاجل لگا سکتے ہیں؟ 53
کیا روزے کی حالت میں کسی شخص کو خون دیا جاسکتا ہے؟ 53
سفر میں روزہ۔ 54
روزے کی حالت میں انیمہ لگانا۔ 56

روزہ کی حالت میں معمولی آپریشن۔ 56
رمضان المبارک میں رات کے وقت میاں بیوی کا ہمبستری کرنا۔ 56
اعتکاف کیسے کیا جائے؟ 57
تراویح کے فضائل ومسائل۔ 57
قیام رمضان۔ 59
لفظ تراویح۔ 59
تراویح کسے کہتے ہیں؟ 60
تروایح سنت مؤکدہ ہے۔ 60
تراویح کی رکعات کا مسئلہ۔ 61
کیا بعض ائمہ احناف آٹھ تراویح کے قائل تھے؟ 62
تسبیح تراویح کا مسئلہ۔ 73
تراویح میں ختمِ قرآن۔ 75
تراویح میں قرآن مجید دیکھ کر پڑھنے کا مسئلہ۔ 76
نابالغ کی امامت کا مسئلہ۔ 77
تراویح کی اجرت کا مسئلہ۔ 77
زکوٰۃ کے فضائل ومسائل۔ 78
زکوۃ کی فضیلت۔ 78
صاحبِ نصاب کون ہے؟ 79
زکوۃ کے چند اہم مسائل۔ 79
تجارتی فلیٹ پر زکوۃ۔ 82
مارکیٹ ویلیو سے زیادہ پر زکوۃ۔ 83

سونے کے زیور کی کتنی مقدار پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے؟۔ 83
سونے کی زکاۃ سے متعلق مسائل۔ 84
زکوۃ کا حساب کیسے لگایا جاسکتا ہے؟۔ 85
مومن کیلئے رمضان المبارک کا انعام۔ 87
روزہ کو قیمتی بنانے کا طریقہ۔ 87
رمضان المبارک میں صدقہ وخیرات زیادہ سے زیادہ کریں۔ 88
رمضان المبارک میں روزے دار کو روزہ کھلوانا اور کھانا کھلانا بھی بڑا عمل ہے۔ 88
قرآن مقدس کی تلاوت اس ماہ مبارک میں زیادہ سے زیادہ کریں۔ 89
چاند دیکھنے کا اہتمام۔ 90
روزہ کا اہتمام۔ 91
حالت روزہ میں مکروہات سے اجتناب کیجئے۔ 92
رمضان المبارک میں قیام اللیل کی اہمیت وفضیلت۔ 93
اس ماہ مبارک میں ہر عبادت کا ثواب کافی بڑھ جاتی ہے۔ 95
سحری میں تاخیر اور افطار میں جلدی کرنا سنت ہے۔ 95
رمضان المبارک ہمدردی مواساۃ اور خیر خواہی کا مہینہ ہے۔ 97
آپ صلی اللہ علیہ وسلم شب قدر کی جستجو اور آخری عشرہ کا اعتکاف فرماتے تھے۔ 98
شب قدر کی دعا۔ 101
کیا رمضان میں سفر اور جہاد فی سبیل اللہ کی اجازت ہے۔ 101
رمضان کی آخری رات۔ 102
صدقہ فطر کے فضیلت واہمیت۔ 102
صدقۂ فطر چھوٹے بڑے سب پر واجب ہے۔ 105

رمضان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فیاضی اور سخاوت۔ 105
صدقۂ فطر کا مصرف۔ 106
عید صدقۂ فطر کی قیمت بازار کے حساب سے لگائی جائے۔ 107
عورت کا صدقۂ فطر۔ 107
بڑی اولاد کی طرف سے صدقۂ فطر۔ 109
کیا بیوی کا صدقۂ فطر شوہر پر ہے؟ 110
حمل کی طرف سے صدقۃ الفطر واجب نہیں۔ 110
مرحومین کی طرف سے صدقۃ الفطر نہیں۔ 110
صدقۃ الفطر کی ادائیگی کا مستحب وقت۔ 110
صدقۂ فطر رمضان میں ادا کرنا۔ 111
عید کی نماز کے بعد صدقۂ فطر ادا کرنا۔ 111
سحر، ساحرین، جنات اور شیاطین سے نجات کا مجرب نسخہ۔ 112
شجرہ۔ 114
معمولات۔ 117
بیعت سے آدمی پاک صاف ہو جاتا ہے۔ 123





رمضان المبارک ایسے گزاریں

رمضان شریف کا مہینہ نہایت ہی محترم ،مبارک اور سراپاچشمۂ رحمت وبرکت ہے،آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم شعبان سے ہی رمضان شریف کا نہ صرف استقبال فرماتے بلکہ اس کے اہتمام کیلئے شعبان سے ہی کثرت سے روزے بھی رکھتے تا کہ رمضان المبارک کے روزوں کی ادائیگی کیلئے عادت وطبیعت پہلے سے ہی تیار و مانوس رہے، جسمانی اور روحانی طور پر پوری پوری آمادگی، بشاشت اور رغبت وحضوری کی کیفیت رہے اور اس عظیم الشان مہینہ کے قدر واحترام میں کوئی کمی واقع نہ ہو۔ جیسے ہی رمضان المبارک کا مہینہ سایہ فگن ہوتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ سے مخاطب ہوکر فرماتے: اے لوگو! تم پر عظیم الشان اور مبارک مہینہ جلوہ فگن ہو رہا ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس ماہِ مبارک کی فضیلت، روزے وتراویح کے فوائد اور اجر وثواب کا ذکر فرماتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اور اپنے صحابہ کرامؓ کو بھی رمضان المبارک کی عبادتوں پر کامل طور پر کمر بستہ رہنے کا امر فرماتے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صاحب وحی تھے آپؐ پر ہر چیز کی اہمیت وحقیقت اور اس کے نتائج وفوائد واضح ہوجاتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ رمضان المبارک کے ایک ایک روزہ کی کتنی قیمت ہے، بعض دفعہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رمضان شریف کے ایک روزہ کا ساری زندگی کے روزوں سے موازنہ کرتے ہوئے فرمایا کہ رمضان شریف کا ایک روزہ اتنا اہم اور قیمتی ہے کہ اگر وہ فوت ہوجائے تو پھر زندگی بھر کے روزے

اس کا بدل نہیں ہو سکتے۔ معلوم ہوا کہ رمضان شریف کا ایک ایک روزہ نیکیوں کے پہاڑ سے بڑھ کر اجر رکھتا ہے، جس نے ایک روزہ بھی چھوڑ دیا وہ بہت بڑی دولت سے محروم ہو گیا۔

اسلئے رمضان المبارک کے تمام اعمال کے اہتمام کا پورا پورا خیال رکھنا چاہئے ،اگر آپ روزہ رکھتے ہیں اور تراویح نہیں پڑھتے تو بھی آپ کے روزے میں نور نہیں آئے گا، اگر آپ روزہ رکھتے ہیں اور فرض نمازوں میں کوتاہی کرتے ہیں تو پھر ایسا بھوکا رہنا چہ معنیٰ دارد، اگر آپ روزہ رکھتے ہیں اور جھگڑا لڑائی کرتے ہیں تو پھر آپ کے روزے کا نور کہاں رہا؟ روزے کی اس عبادت کا اثر آپ کی زندگی پر کہاں پڑ سکتا ہے؟ اگر آپ بحالت روزہ گالی گلوج، یا غیبت و چغلخوری میں مبتلا رہتے ہیں تو پھر اس معصیت اور حرام کاری کا ارتکاب کرتے ہوئے اپنے روزہ کو کس منہ سے اللہ کے دربار میں پیش کریں گے۔؟

اگر آپ کبھی روزہ رکھتے ہیں اور کبھی نہیں رکھتے تو آپ سے بڑا محروم اور ظالم کون ہے؟ کہ آپ اللہ کے حکم کی ناقدری اور اس سے کھلواڑ کرتے ہیں، ایسی حرکت کرنے سے کیا آپ اللہ کی نگاہ میں اچھے اور خوش نصیب ہو سکتے ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں۔ کیا ایسی صورت میں اللہ کی رحمت کا دروازہ اپنے لئے بند نہیں کر رہے ہیں؟ کیا ایسی حرکت کر کے آپ حیوان نما انسان نہیں بن رہے ہیں، روزہ روزہ ہے اللہ کا عظیم حکم ہے، اس کے بغیر آپ سدھر نہیں سکتے، روزہ حیوان کو انسان بنا سکتا ہے بشرطیکہ آپ پورے مہینہ کا روزہ رکھیں، روزہ آپ کے اندر کی تمام حیوانی اور گندی صفات کو اسی طرح باہر نکال کر پھینک دیگا جس طرح آگ لوہے کے تمام زنگ کو دور اور صاف کر دیتی ہے، روزہ کی برکت سے آپ کے اخلاق پاکیزہ ہوں گے۔

آپ کے اندر انسانی صفات پیدا ہوں گی، آپ اچھی صفات کی طرف ترقی کریں گے اور حیوانی صفات کی جگہ ملکوتی (فرشتہ والی) صفات کے حامل ہو جائیں گے۔

رمضان المبارک کا مہینہ اپنے احتساب کا زمانہ ہے اگر کوئی اپنے کو بدلنا چاہے تو بدل سکتا ہے، اگر خراب سے اچھا ہونا چاہے تو اچھا ہوسکتا ہے، اگر شریر کے بجائے شریف بننا چاہے بن سکتا ہے۔ اگر بخیل ہے تو اس ماہ مبارک کے اندر خود کو دلدار اور سخی بنانے کے بھرپور مواقع ہیں، اگر گنہگار ہے تو نیک بنا سکتا ہے، یہ مبارک مہینہ ہماری تربیت کا مہینہ ہے، اس ماہ میں جتنا اچھا انسان بننا چاہیں بن سکتے ہیں ،اسلئے کہ اس کے چوبیس گھنٹے اعمال صالحہ اور عبادات مختلفہ کا احاطہ کئے ہوئے ہوتے ہیں، رمضان المبارک کے شب وروز کا ایک لمحہ بھی ایسا نہیں جو اللہ کی بے پناہ، رحمتوں سے خالی ہو، جس طرح موسلا دھار بارش ہوتی ہے ایسے ہی رمضان شریف کی ہر ساعت میں رحمت وبرکت کی برسات ہوتی رہتی ہے، جب جس کا جی چاہے اپنے نیک مقصد اور فائدے کیلئے اس میں نہائے اور فائدہ اٹھائے ، ہمارے تمام اہل اللہ کی یہی روایت رہی ہے کہ رمضان المبارک میں دنیا کے تمام مشاغل کو کم یا موقوف فرما دیتے اور خود کو اعمال رمضان کیلئے وقف اور فارغ فرما لیتے۔

غرض ضلالت سے ہدایت، حیوانیت سے انسانیت، شیطانیت سے آدمیت، نالائقی سے اہلیت ولیاقت، بے عملی سے عمل اور ذلت ونکبت سے عزت ورفعت کی طرف آنے کا ماہ رمضان بہترین زمانہ اور قیمتی فرصت وموقع ہے، اس ماہ مبارک میں خود کو سنوارنے اور چمکانے کیلئے روزہ، تراویح، تہجد، تلاوت، ذکرواذکار اور نوافل وغیرہ اعمال کے اشتغال واہتمام کے ذریعے وسیع مواقع ہوتے ہیں، محاسبۂ نفس، محاسبۂ قلب، محاسبۂ عقل وفکر، محاسبۂ جملہ اعمال صالحہ وغیر صالحہ کیلئے نہایت قیمتی لمحات ہوتے ہیں، اسلئے آپ عقل وہوش سے کام لیتے ہوئے اور اپنی خیر خواہی اور بھلائی کو مدنظر رکھتے ہوئے اس سال کے رمضان شریف کو باقاعدہ اور مکمل اہتمام کے ساتھ گزارنے کا عہد کرلیں، آپ خود دیکھ لیں گے ان شاء اللہ رمضان شریف کے بعد آپ کی زندگی میں ایک صبح انقلاب آئیگی، کل تک آپ افسردہ وآزردہ تھے اب آپ سراپا آسودۂ رحمت ہوں گے، کل تک آپ کی

زندگی ضلالت وجہالت کے صحراء میں بھٹکتے مسافر کی طرح تھی، اب آپ راہ ہدایت ومعرفت پر گامزن ہوں گے اور ہر چہار سو اللہ کی رحمت کے دروازے آپ کیلئے کھلے ہوئے ہوں گے۔

زندگی کے ہر شعبہ اور ہر موڑ پر خوش بختی وخوش نصیبی آپ کا قدم چومے گی، اب آپ بُرے سے اچھے انسان بن چکے ہیں، اب آپ مصنوعی ومجازی زندگی سے حقیقی زندگی کا سفر کررہے ہیں، آخرت کی برکت سے دنیا بھی بابرکت ہوگی، اب آپ کو مزید عبادتوں کی توفیق ہوگی، خداوند قدوس آپ کیلئے ہدایت کے راستوں کو کھولتے چلے جائیں گے، اس بار تو آپ اپنی اصلاح کیلئے خود کو ضرور تیار کر ہی لیجئے اس لئے کہ کل کس نے دیکھا ہے۔

رمضان المبارک کے ایک لمحہ کو بھی ضائع ہونے نہ دیجئے، ہر ساعت کو قیمتی بنائے، اپنے بزرگوں کی کتابوں کا مطالعہ کیجئے، خصوصاً حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کا ضرور مطالعہ کیجئے، اس ناچیز کی بھی گوگل پر کئی کتابیں ہیں ان کو بھی پڑھئے تاکہ آپ کی ہمت وحوصلہ کی بیٹری چارج ہوتی رہے اور کسی اہل اللہ سے محبت وتعلق بھی رکھئے تاکہ کہیں شک وشبہ یا دھوکہ ہو تو ان سے رجوع کرنا آسان ہو۔

اس کتاب میں میں نے رمضان المبارک کے روزوں کے مسائل کے علاوہ دیگر روزوں کا بھی تذکرہ کیا ہے تاکہ مزید معلومات حاصل ہوں، اعتکاف، لیلۃ القدر اور زکوۃ وغیرہ کے بھی تھوڑے مسائل درج کردئے گئے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اور آپ کو بھی عمل کی توفیق عطا فرمائے اور اس کتاب کو قبول فرما کر ذریعۂ نجات بنائے، آمین۔

نفس جو شیطان کا بھی باپ ہے رمضان المبارک کی مبارک ساعتوں میں بھی اس کی حرکتیں، شرارتیں، اور خباثتیں اسی طرح جاری وساری رہتی ہیں جس طرح رمضان سے قبل گیارہ مہینوں کے درمیان وہ بھٹکتا اور بہکتا رہتا ہے، بعض حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ رمضان المبارک میں

نفس کا حملہ کم یا ختم ہوجاتا ہے، حالانکہ ایسا نہیں بلکہ نفس کا اژدہا ہمہ وقت اور ہر وقت انسان کو ڈستا رہتا ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَآ أُبَرِّئُ نَفۡسِيٓۚ إِنَّ ٱلنَّفۡسَ لَأَمَّارَةُۢ بِٱلسُّوٓءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيٓۚ۔ (سورہ یوسف)

معصوم نبی سیدنا یوسف علیہ السلام کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے عاجزانہ اقرار اور بول کو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ (اور کہا یوسفؑ) نے میں اپنے نفس کو بری نہیں کرتا، بلاشبہ نفس کا مشغلہ تو برائی اور گناہ کا حکم ہی ہے (ہاں اس کے شر سے وہی محفوظ رہ سکتا ہے) جس کو میرا رب، مالک و پروردگار اپنی رحمت کی آغوش میں لے لے، نفس کے اندر عموماً شر کا مادہ زیادہ ہوتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے نفس کو ''نفس لوّامہ'' ملامت کرنے والا نفس بنا کر رکھنے کا حکم فرمایا اور فرمایا کہ:

لَآ أُقۡسِمُ بِيَوۡمِ ٱلۡقِيَٰمَةِ وَلَآ أُقۡسِمُ بِٱلنَّفۡسِ ٱللَّوَّامَةِ۔ (سورہ قیامہ)

نفس لوامہ ہی میرے نزدیک عظیم القدر ہے۔

اگر آدمی نفس کی اتباع کرنا چھوڑ دے اور اس کی اصلاح کی طرف مسلسل متوجہ رہے تو پھر یہی نفس پاک و مطمئنہ بن کر دخول جنت کا مستحق ہوجاتا ہے، مگر اس کو پاک کرنے اور پاک رکھنے کیلئے مسلسل جدوجہد اور انتھک کوششوں کی ضرورت ہے اس کے بغیر نفس کا شیر قابو میں نہیں آتا، اسی لئے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی آتش فشاں طاقت اور زور بے جوڑ سے بچنے کیلئے اللہ سے دعا مانگی، اللّٰھُمَّ آتِ نَفۡسِيۡ تَقۡوَاھَا وَزَکِّھَا أنتَ خَیۡرُ مَنۡ زَکَّاھَا أنتَ وَلِیُّھَا وَمَوۡلاَھَا۔ (حدیث)

اے میرے اللہ! میرے نفس کو تقویٰ عطا فرما دیجئے اور اسے پاک کردیجئے، آپ سب سے بہتر پاک کرنے والے ہیں، آپ ہی اس نفس کے مالک وآقا ہیں۔ آپ کے قبضۂ قدرت سے باہر اس کی طاقت و شرارت نہیں ہے، آپ اگر چاہ لیں گے تو ضرور نفس کو تقویٰ حاصل ہوسکتا ہے، میری مشیت ہی کیا، میری طاعت و ہمت سب آپ کی چاہت کے تابع ہے، آپ کے چاہنے

پر ہی میرے نفس کی اصلاح موقوف ہے آپ کے ہاتھ میں ہر شئی اور ہر چیز کا اختیار ہے، سارا جہاں آپ کے زیر طاقت واثر ہے۔ مذکورہ دعا کے الفاظ میں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء مبارک کی کیفیتِ درد کی تفصیل ہے اس کو میں نے قدرے بیان کردیا۔ کہ پیغمبر آخرالزماں سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم جب خود اپنے لئے نفس کے حملوں اوراس کی یورشوں سے محفوظ رہنے کیلئے اللہ سے اعانت طلب فرمارہے ہیں تو پھر امت کو کیسی اور کتنی دعاؤں کی ضرورت ہوگی ہر شخص اندازہ کرسکتا ہے، اور نفس جب تک اپنی پہلی اور دوسری منزلیں امارہ اور لوامہ سے گذر کر مطمئنہ پر نہیں پہنچ جاتا دخول جنت کا اہل نہیں ہوتا، اسلئے آدمی اپنی دولت، قابلیت، شخصیت، کثرت علم اور دیگر تمام کمالات کو بھول کر اوران کے خول سے نکل کر اصلاح نفس کیلئے بارگاہِ رب العالمین میں سرا فگندہ ہوجائے تب ہی خیر ہے ورنہ سارے کمالات اور خوبیوں کے ہوتے ہوئے بھی وہ دونوں جہاں کے سراسر محروموں کی لسٹ میں رہ جائے گا۔

تزکیۂ نفس مؤمن کیلئے سب سے بڑی طاقت، ضرورت اور دولت ہے، اس کے بغیر کسی بھی عمل میں اخلاص پیدانہیں ہوگا، اور بدون اخلاص کوئی بھی عمل قابل قبول نہیں، رمضان مقدس میں روزہ، تراویح اور قیام اللیل جیسے اعمال صالحہ کو اللہ تعالیٰ نے اسی لئے مقرر فرمایا ہے کہ بندہ ان اعمال کا اہتمام کرکے اپنے نفس کو خوب صاف اور چمکا سکتا ہے، ان اعمال کے ذریعے سے نفس کی خوب اصلاح کا سامان ہوسکتا ہے، بشرطیکہ بندہ ان کو اپنا لے، گویا رمضان المبارک خود کو سدھارنے کا مہینہ ہے اگر واقعۃً آدمی کسی نیک عالم یا اہل اللہ کی صحبت میں رہ کر اس مہینے کے اعمال کا اہتمام کرلے تو ضرور اپنی مراد کو پا سکتا ہے۔

میں نے عالم صالح کی قید اسلئے لگائی کہ دنیا کا کوئی بھی کام بغیر کسی بڑے کی نگرانی کے کامل ومکمل نہیں ہوتا، خواہ گھر کا کام ہو یا باہر کا، یا سماجی، قومی اور ملی ہی کام کیوں نہ ہو، ہر جگہ قیادت

وسرپرستی کی ضرورت ہے، اس کے بغیر کام ادھورارہ جائے گا، کیونکہ ہر وہ عمل جو فطرت کے خلاف ہوگا وہ ناقص وناتمام ہی رہے گا، بلکہ عیب دار ہوجائے گا۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ۔ (سورۃ الرعد)

میرے یہاں ابتدائے آفرینش سے یہ ضابطہ رہاہے کہ ہر قوم اور جماعت کیلئے میں نے راہبر اور رہنما بنایاہے۔ اور یہ بات مسلم ہے کہ خدا کا ہر حکم فطرت انسانی کے موافق ومطابق ہے، لہذا بغیر سرپرست کا فرد ہو یا جماعت ہرگز کوئی راہ یاب نہیں ہوسکتا، بغیر سرپرستی کے عمل کرنے والے کی راہ ضرور کھوٹی ہوگی، وہ گمراہ ہوسکتاہے، لیکن ہدایت نہیں پاسکتا، آج ہمارے مسلم معاشرہ کی یہی ناگفتہ بہ حالت ہے، فطرت کیخلاف زندگی گزارتے گزارتے ہم زندگی کے اس چوراہے پر کھڑے ہیں جہاں ہرسو اندھیرا ہی اندھیرا ہے، نہ کوئی ہماری واضح راہ ہے نہ چراغ راہ ؎

منزل کا پتہ معلوم تو ہے، انجام سفر معلوم نہیں

اپنے سفر آخرت کیلئے ہمارے پاس کوئی تیاری نہیں، دنیا کے جھوٹے اور فانی سفر میں لگاتار ہم ڈوبتے اور مشغول ہوتے جارہے ہیں، مگر آہ! ہم اپنے وطن اصلی کے سفر اور اس کی نیک انجامی وبدانجامی سے یکسر بے خبر ہیں، ہمارے پاس سوائے آپسی مخاصمت ومنازعت اور اختلاف وانتشار کے کوئی مفید اور کارآمد مشغلہ ومنصوبہ نہیں ہے، ہم سلامتی فکر سے یکسر محروم ہوتے جارہے ہیں، مثبت اور پوزیٹو سوچ کے بجائے منفی اور نیگیٹیو فکر کے عادی ہوچکے ہیں، زندگی کی نیا مادیت وضلالت کے منجدھار میں پھنس چکی ہے، مگر اصلاح کیلئے ہمارے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی، ہدایت کی سچی طلب سے ہم یا تو ناآشنا ہیں یا پھر کسلمندی اور غفلت وسہل انگاری ہماری عادت ثانیہ بنتی جارہی ہے، حصول دنیا اور مادیت کی تگ ودو کیلئے چوبیس گھنٹے ہماری ہرحس تیار وبیدار رہتی ہے، مگر آخرت کی تیاری اور عقبیٰ کی دولت ونعمت کی طلب کیلئے ہماری چھٹی حس بھی بیدار نہیں، ہم اغیار کی طرح دنیا کے بیحد پرستار ہوچکے ہیں۔

حالانکہ چشم انسانی کے سامنے جتنے بھی حسین وکبیر مناظر ہیں وہ سب جز وخاک تھے اور خاک ہیں اور پھر سراپا خاک ہوجائیں گے، اشرف المخلوقات انسان سے بڑھ کر کوئی شئی نہیں، مگر اس خاک کے پتلے پر بھی ایک ایسا حتمی یقینی اور فیصلہ کن لمحہ آتا ہے جس سے فرار کی اس کو تاب نہیں، یعنی وہ ساعتِ پیامِ اجل جس میں وہ اس دار فانی سے دار بقاء کی طرف دنیا کی سینکڑوں نعمتوں کو داغ مفارقت دیتے ہوئے نہایت بے بسی کے عالم میں منتقل ہونے پر مجبور ہوجاتا ہے، اس حقیر دنیا سے رخصتی کے وقت اسے ہر چہار سو حسرتیں دکھائی دیتی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد اَلدُّنْیَا جِیْفَۃٌ وَّ طَالِبُھَا کِلَابٌ۔ کہ دنیا ایک مردار ہے اور اس کے طلبگار کتے ہیں۔ کی سچی تصور آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے، مگر اب کیا ہوت جب چڑیا چگ گئی کھیت۔ اب وقت رحیل آچکا ہے لمحہ بھر کیلئے بھی تیاری کا موقع نہیں، اپنے کئے کا انجام ملنے والا ہے، اس دنیا کی زندگی، دولت اور عیش وعشرت کے ایک ایک تنکا کا حساب ہوگا، جب تک حساب کلیر نہ ہوگا، دخول جنت کا پروانہ نہیں ملے گا، دنیا کے مال ومتاع میں سے کوئی بھی شئی آخرت میں کام نہ آئے گی صرف وہ نیکیاں جو گنا ہوں اور آلودگیوں سے پاک ہوں گی وہی کام آئیں گی، اگر گناہ زیادہ اور نیکیاں قلیل ہوں گی تو پھر کوئی پرسان حال نہ ہوگا، سوائے حسرت ویاس کے کوئی چارہ نہ ہوگا، دنیا کے ہزاروں حامیوں اور خادموں میں سے کوئی نظر نہیں آئے گا، کوئی دولت یا بڑی جائداد بھی کام نہ آئے گی کہ دس بھیگے کے عوض میں، یا دنیا کے قیمتی ترین خلیفہ برج جیسی عمارت کے بدلے کوئی ایک ہی نیکی سہی مل جائے، ایسا ہرگز ممکن نہیں، وَلَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرَیٰ۔ کوئی کسی کا ذرہ برابر بار نہیں اٹھا سکے گا، کوئی بھی تو مددگار نہیں ہوگا، حدیث شریف میں ہے اَلْمُؤْمِنُ کَیِّسٌ فَطِنٌ۔

مومن عقلمند اور ہوش مند ہوتا ہے۔

کیا مذکورہ حدیث اور ہماری موجودہ حالت میں زبردست تضاد نہیں ہے؟ کیا ہم عقلمند اور ہوش مند مسلمان شمار کئے جانے کے لائق ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں عقلمند وہی ہے جو

صراط مستقیم پر گامزن ہوکر آخرت کو دنیا پر ترجیح دینے والا ہو، یاد رکھئے! عقلمند اور ہوش مند وہی ہے جو اپنی زندگی کا نصب العین آخرت کو بنالے، جس نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی وہ صراط مستقیم سے محروم، عقل سلیم سے محروم اور بے ہوش افراد میں تو شمار ہوسکتا ہے مگر عقلمندوں اور ہوش مندوں میں اس کا کوئی شمار نہیں، حدیث پاک کی روح کی تشریح میں نے پیش کردی ہے آپ خود غور کرلیں۔

میں یہ نہیں کہتا کہ دنیا سے فرار ونفور اختیار کریں بلکہ دنیا کو اپنے اور اپنے دین پر حاوی نہ ہونے دیں، دنیا کے تمام مشاغل، حلال تجارتیں اور تمام جائز مادی انقلابات میں آپ خوب حصہ لیں، مگر ہر جگہ اور زندگی کے ہر محاذ پر اپنے دین کی عظمت، حقوق اسلام کی حفاظت اور عبادت وطاعت خداوندی کا پورے احترام اور اہتمام کے ساتھ لحاظ رکھیں اور یہ جب ہی ممکن ہے جب آپ اپنا مزاج عملی طور پر خالص اسلامی رکھیں گے۔

آج ایک خیالی ہوا یہ چل رہی ہے کہ بڑے بڑے خطابات اور زبانی بحث ومباحثے کے ذریعے اسلام کو پھیلاؤ۔ یہ سراسر غلط فہمی اور نادانی ہے۔

عملی طور پر جب تک ہم اسلام کے حقوق وعبادات کے پابند نہیں ہوجاتے نہ تو ہم سچے داعی وقائد ہیں، نہ مفید عالم وفاضل۔

رمضان المبارک کا مہینہ اعمال کی اصلاح اور اچھے اوصاف کا حامل انسان بننے کا نہایت ہی قیمتی زمانہ ہے، اس میں خدا کی رحمتیں ساری کائنات پر شب وروز نازل ہوتی رہتی ہیں، رمضان شریف کے تیس دن ہماری اصلاح کیلئے ایک معتد بہ مدت ہے، اس لئے ان کو قیمتی بنائیں تاکہ رمضان المبارک کے بعد آپ صالح اور دیندار اور کامیاب مسلمان بن کر اقوام عالم کے سامنے ظاہر ہوں، اور اپنے دولت خانہ سے لیکر سماج وملک، ہر جگہ قدر ومنزلت اور رحمت وبرکت کے ساتھ زندگی کے قافلہ کو آگے بڑھانا نصیب ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے ایک ایک لمحہ کو قیمتی بناتے اور صحابہ کرامؓ کو بھی

رمضان مقدس کی تمام ساعتوں کوعبادت وطاعت سے مصروف رکھنے کی تاکید فرماتے ،صحابہ کرامؓ کے بعد تمام اسلاف واکابر اور جملہ اولیاء کرام بھی اس ماہِ مبارک کے لمحات کوحتی الامکان مفید اور قیمتی بناتے تھے،اس لئے ہمیں بھی خدا کے حکم وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۔کو پڑھنااوراس پر عمل کرنا چاہئے کہ۔میرے ان ان بندوں کی اتباع کرو جن کا مجھ سے صحیح تعلق ہے۔تاکہ ہم بھی رمضان المبارک کی رحمتوں اور برکتوں کے مستحقین میں داخل ہوسکیں ،اللہ تعالیٰ اس ماہِ مبارک کی قدر کرنے اوراس کے اعمال پر کمر بستہ رہنے کی ہمیں ہمت وتوفیق عطا فرمائے ،اور روزے اور تمام اعمال صالحہ کوقبول فرمائے۔

رمضان المبارک کا تقدس ،ادب ،عظمت ،احترام اوراس کی بے پناہ برکتیں سب پر عیاں ہیں ،ہر مسلمان اپنی حیثیت وطاعت کے مطابق اس کا اکرام کرتا ہےاور ہر شخص کی تمنا ہوتی ہے کہ رمضان المبارک کی ان تمام رحمتوں اور برکتوں میں اللہ تعالیٰ اسے بھی اسی طرح شریک فرمائے جس طرح دیگر مسلمین ومومنین کو یہ سعادت حاصل ہوگی ،اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رضا کا پروانہ عطا فرمائے ،اس کی بگڑی قسمت کو چمکا دے اور ہر اس نعمت سے نوازے جس کی وہ دیگر ایام میں تمنا رکھتا ہے،رمضان شریف اس کیلئے خوب بابرکت ثابت ہو،اور جملہ مسرتیں حاصل ہوں، یہ ایک طبقہ ہے۔جبکہ دوسرا طبقہ خواص کا ہےجس کی یہ قلبی وعقلی آرزو ہوتی ہے کہ رب کریم اسے اس سال کے رمضان میں قبولیت اورمحبوبیت ضرور عطا کرے،اللہ تعالیٰ اسے پاک روح ، پاکیزہ نفس اور مکمل سعادتمند بندوں میں شامل فرمالے۔

مگر محض تمنا سے کچھ نہیں ہوتا ،تمنا کے بعد ارادہ بالفعل بھی ضروری ہے،مثلاً ایک شخص نے سوچا کہ میں حرمین شریفین کی زیارت کروں اور خانہ کعبہ کا طواف کروں ،ظاہر ہے یہ محض تمنا ہے،اس اظہار تمنا سے نہ تو مکہ پہنچ سکتا ہے اور نہ اس تمنا سے خدا کی نصرت ہوگی ، بلکہ اس تمنا کے

بعد جب وہ عملاً مکہ کیلئے اسباب سفر کو اختیار کرنا شروع کرے گا، پاسپورٹ بنائے گا اور دیگر اخراجات سفر کا انتظام شروع کردے گا تو یہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ارادہ کرنے والوں میں شمار ہوگا اور خدا کی جانب سے اب اس کو نصرت واعانت بھی حاصل ہوگی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَا لِکُلِّ امْرِیٍٔ مَا نَوٰی۔ (بخاری جلد ۱، صفحہ ۲)

سارے اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

اور ہر شخص کو وہی ملتا ہے جس کی اس نے نیت کی ہے۔ اس حدیث پاک میں بندہ کے ارادہ کا ذکر کیا گیا ہے، اگر وہ نماز کی تمنا کرے کہ ظہر کی نماز پڑھوں گا اور نماز پڑھنے کا کوئی انتظام نہ کرے، نہ نیت وارادہ کرے اور نہ ہی ادائے نماز کے اسباب، مثلاً وضو کرنا، کپڑا پہننا اور مسجد کی طرف قدم بڑھانا وغیرہ کو اختیار کرے تو وہ نماز کی نیت کرنے والوں میں شمار نہ ہوگا، بلکہ اس کی تمنا اور آرزو کرنے والوں میں شمار ہوگا، غرض تمنا اور ارادہ میں بڑا فرق ہے۔

جب بندہ کسی عمل کا ارداہ کرلیتا ہے تو خدا کی نصرت کے دروازے اس کیلئے کھل جاتے ہیں اور وہ کام پورا ہوکر رہتا ہے، اس لئے سب سے پہلے نیت اور ارادہ کو ٹھیک کرنا چاہئے، نیت میں اگر اخلاص ہوگا تو قدم قدم پر اللہ کی مدد شامل ہوگی، اللہ تعالیٰ رمضان شریف کا مبارک مہنیہ بھی عطا فرمائیں گے اور اس کے روزوں سمیت تمام اعمال صالحہ کی توفیق بھی عطا فرمائیں گے۔

سب سے پہلے رمضان المبارک کو اور اس ماہ کی برکتوں کو پانے کیلئے آدمی اپنے دل میں اس احساس کو تازہ اور فراواں کرے اور خدا کا ہزار ہا شکر ادا کرے کہ رمضان شریف کے روزے درحقیقت اللہ کی طرف سے مؤمن بندہ کیلئے بڑا انعام ہیں، جس کو یہ ماہ مبارک نصیب ہو جائے بلاشبہ وہ سعید اور خوش بخت ہے، اس لئے کہ اس ماہ مقدس کو پانے کیلئے صحابہ کرامؓ چھ چھ ماہ قبل سے ہی سے اللہ سے دعا کرتے تھے کہ اے اللہ تعالیٰ اس عظیم مہینہ اور اس کی برکتوں سے محروم نہ

فرمائے۔اس لئے کہ جس چیز کی جتنی قدر وعظمت انسان کے دل میں ہوتی ہے اتنا ہی وہ اس کا لحاظ واہتمام کرتا ہےاوراس سے پورا پورا فائدہ اٹھانے میں تھوڑی بھی کسر نہیں چھوڑتا۔پھر اہتمام کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے رمضان المبارک اوراس کے روزوں ودیگر اعمال صالحہ کو پانے کی دعا بھی کرے۔

جب اللہ تعالیٰ دعا وطلب کی اس کوشش کو دیکھ لیں گے تو پھر رمضان المبارک کے تمام اعمال کو آسان فرمادیں گے،نماز،روزہ،تراویح،اور دیگر تمام اعمال کی توفیق ہوتی رہے گی۔اسلئے حسب ذیل اموراوقات رمضان کو نفع بخش بنائیں۔

(۱) محلہ کے امام صاحب کی صحبت میں، یا کسی اہل اللہ کی معیت میں، یا کسی نیک عالم کی صحبت ونگرانی میں رمضان المبارک کے اعمال ہوں گے تو نورٌ علیٰ نور،تب بہت نفع ہوگا اور رمضان کی نیکیوں اور اجر وثواب کو حاصل کرنے کا نہایت سنہرا موقع ہاتھ آجائے گا،(۲) اگر اللہ توفیق دے اور سہولتیں میسر ہوں تو ایک ماہ کیلئے اپنی تجارت ووسائل معیشت وغیرہ کو محدود کردیں، یا پھر ان کو موقوف کردیں،تاکہ رمضان المبارک کیلئے مکمل فراغت حاصل ہوجائے ،(۳) اگر علم کی کمی ہو،مثلاً قرآن شریف یا اردو وغیرہ نہیں پڑھنا جانتے ہیں، یا کم آتی ہے تو پھر امام صاحب یا کسی نیک شخص کی صحبت حاصل کریں اوران سے تھوڑا وقت لیکر قرآن پاک اوراردو کی تعلیم حاصل کرلیں، چند دنوں میں اللہ تعالیٰ ضروری علوم سے نواز دے گا۔(۴) تعلیم کے ساتھ عبادتوں پر بھی پورے اہتمام ودھیان کے ساتھ توجہ دیں،مثلاً فرض نمازیں وقت پر پڑھیں،نوافل،اشراق،چاشت،اوّابین اور صلوٰۃ التوبہ اور تہجد وغیرہ کا اہتمام کریں ،تراویح کا مکمل اہتمام کریں، ہر روزہ اہتمام اور شوق کے ساتھ رکھیں، ہر نماز کے بعد دعاء کا پورا پورا التزام کریں، ہر دعاء کو تین تین بار مانگنے کا بھی اہتمام کریں، دعاؤں میں آہ وبکا ضروری ہے اور اصل رونا تو دل کا رونا ہے،آنکھوں سے آنسوں آئیں یا نہ آئیں دل سے رونا کافی ہے،اگر کسی معصیت میں مدتوں سے مبتلا ہیں تو اس سے دل

سے توبہ کریں، قبولیت دعاء اور شرائط قبولیت کیلئے میری کتاب ''دعا کا صحیح طریقہ'' گوگل پر موجود ہے اس سے بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اَللّٰہُ یَجْتَبِیۡۤ اِلَیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ وَ یَہۡدِیۡۤ اِلَیۡہِ مَنۡ یُّنِیۡبُ۔ اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی طرف چن کر کھینچ لیتا ہے اور جو دل سے رجوع ہوتا ہے اسی کو ہدایت بھی دیتا ہے۔

معلوم ہوا کہ بندہ اللہ کی طرف دل سے رجوع ہو جائے تو اس کو اللہ ضرور ہدایت دیتے ہیں، قرآن کریم میں ایک جگہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔ وَالَّذِیۡنَ جَاہَدُوۡا فِیۡنَا لَنَہۡدِیَنَّہُمۡ سُبُلَنَا وَ اِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ۔ زندگی میں دین لانے کی جو پوری کوشش کرتے ہیں تو ہم ایسے حضرات کو ضرور اپنی ہدایت و برکت کے راستوں کی رہبری کریں گے۔

حضرت حکیم اختر صاحبؒ نے اس کا عاشقانہ ترجمہ یہ کیا ہے کہ ہدایت کی پوری کوشش کرنے والے بندوں کے ہاتھوں کو پکڑ کر اللہ تعالیٰ منزل ہدایت پر پہنچا دیتے ہیں، اور اپنے محبوب بندوں میں شامل فرما لیتے ہیں۔ تمام مشائخ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو رضائے الٰہی اور حصول دین کیلئے بالاستقلال اور بالاستمرار کوششیں کرے گا اللہ تعالیٰ ایک نہ ایک دن اسے دیندار بنا ہی دیں گے، دنیا ضرور مغلوب ہوگی اور اس کا دین اس کے اوپر غالب ہو جائے گا اور پھر وہ زاہدان حق میں داخل ہو جائے گا، تمام اہل اللہ کا یہی تجزیہ و تجربہ ہے۔

(۵) پانچویں بات جو اہم ہے، وہ ہے غفلت والی حرکتوں سے خود کو محفوظ رکھنا، بعض لوگ اعمال تو سارے کرتے ہیں مگر ان سے کچھ غفلتیں بھی سرزد ہوتی ہیں جن کے سبب ان کے دلوں میں ظلمت آتی رہتی ہے، یہی وہ بے احتیاطی ہے جس کی وجہ سے انسان خدا کی بارگاہ میں ہوتے ہوئے بھی باطنی طور پر دور ہوتا رہتا ہے، ڈاکٹر اگر دواء دے اور مریض کو کچھ پرہیز بھی بتائے تو اس پرہیز کو اختیار کرنا ضروری ہے ورنہ دواء نفع بخش نہیں ہوگی اور مریض صحت یاب نہیں ہوسکتا، اسی

طرح روحانی علاج جو اعمال صالحہ کے ذریعہ سے ہورہا ہے یہاں بھی کچھ احتیاطیں ہیں ان کا لحاظ کر کے ہی کوئی بھی شخص فائز المرام ہوسکتا ہے ورنہ نہیں، مثلاً دوستوں میں بیٹھ کر ایسی باتیں کرنا جو شرعاً ناجائز اور حرام ہیں، مثلاً غیبت، چغلخوری، عیب جوئی بغض اور حسد وغیرہ، یا پھر ہنسی مذاق وغیرہ جس سے دل پر غفلت طاری ہو کر طبیعت میں انقباض پیدا ہو جائے جس کے نتیجے میں اعمال رمضان کی ادائیگی میں رکاوٹیں اور بے کیفی وغیرہ پیدا ہونے لگے ان سب سے احتراز ضروری ہے۔

کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ ایک ماہ کیلئے ہنسی مذاق کے ماحول کو موقوف کر دیا جائے اس لئے کہ یہ اوقات عبادت کیلئے بہت قیمتی ہیں، معلوم نہیں اگلا رمضان نصیب ہو یا نہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو بھی اور ہمیں بھی عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

اور اس کتاب کو ہم سب کیلئے ذریعۂ نجات بنائے۔

(حضرت مولانا) **محمد علاء الدین صاحب قاسمی مدظلہ العالی**

خانقاہ اشرفیہ ومکتبہ رحمت عالم رحمانی چوک پالی گھنشیام پور ضلع دربھنگہ بہار

۱۴ شعبان المعظم، ۱۴۴۳ھ بروز جمعہ

بتاریخ ۱۸ مارچ، ۲۰۲۲ء

رمضان کریم کی فضیلت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جن قید کر دیے جاتے ہیں، اور دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں، پس اس کا کوئی دروازہ کھلا نہیں رہتا، اور جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، پس اس کا کوئی دروازہ بند نہیں رہتا، اور ایک منادی کرنے والا (فرشتہ) اعلان کرتا ہے کہ: اے خیر کے تلاش کرنے والے! آگے آ، اور اے شر کے تلاش کرنے والے! رُک جا۔ اور اللہ کی طرف سے بہت سے لوگوں کو دوزخ سے آزاد کر دیا جاتا ہے، اور یہ رمضان کی ہر رات میں ہوتا ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے آخری دن خطبہ میں فرمایا: ''اے لوگو! تم پر ایک بڑی عظمت والا، بڑا بابرکت مہینہ آرہا ہے، اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینے سے بہتر ہے، اللہ تعالیٰ نے تم پر اس کا روزہ فرض کیا ہے، اور اس کے قیام (تراویح) کو نفل (یعنی سنتِ مؤکدہ) بنایا ہے، جو شخص اس میں کسی بھلائی کے (نفلی) کام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرے، وہ ایسا ہے کہ کسی نے غیر رمضان میں فرض ادا کیا، اور جس نے اس میں فرض ادا کیا، وہ ایسا ہے کہ کسی نے غیر رمضان میں ستر فرض ادا کیے۔ یہ صبر کا مہینہ ہے، اور صبر کا ثواب جنت ہے، اور یہ ہمدردی و غم خواری کا مہینہ ہے، اس میں مؤمن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔ اور جس نے اس میں کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرایا تو وہ اس کے لیے اس کے گناہوں کی بخشش اور دوزخ سے اس کی گلوخلاصی کا ذریعہ ہے، اور اس کو بھی روزہ دار کے برابر ثواب ملے گا، مگر روزہ دار کے ثواب میں ذرا بھی کمی نہ ہوگی۔'' ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص کو تو وہ چیز میسر نہیں جس سے روزہ افطار کرائے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو بھی عطا فرمائیں گے جس نے پانی ملے دُودھ کے گھونٹ سے، یا ایک کھجور سے، یا پانی کے گھونٹ سے روزہ افطار

کرادیا، اور جس نے روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھلایا پلایا اس کو اللہ تعالیٰ میرے حوض (کوثر) سے پلائیں گے جس کے بعد وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا، یہاں تک کہ جنت میں داخل ہوجائے (اور جنت میں بھوک پیاس کا سوال ہی نہیں) یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس کا پہلا حصہ رحمت، درمیان حصہ بخشش اور آخری حصہ دوزخ سے آزادی (کا) ہے۔ اور جس نے اس مہینے میں اپنے غلام (اور نوکر) کا کام ہلکا کیا، اللہ تعالیٰ اس کی بخشش فرمائیں گے، اور اسے دوزخ سے آزاد کردیں گے۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "رمضان کی خاطر جنت کو آراستہ کیا جاتا ہے، سال کے سرے سے اگلے سال تک، پس جب رمضان کی پہلی تاریخ ہوتی ہے تو عرش کے نیچے سے ایک ہوا چلتی ہے (جو) جنت کے پتوں سے (نکل کر) جنت کی حوروں پر (سے) گزرتی ہے تو وہ کہتی ہیں: اے ہمارے رب! اپنے بندوں میں سے ہمارے ایسے شوہر بنا جن سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ہم سے ان کی آنکھیں۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان، ورواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط کما فی المجمع ج:۳ص:142)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ: "یہ رمضان آچکا ہے، اس میں جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں، دوزخ کے دروازے بند ہوجاتے ہیں، اور شیاطین کو طوق پہنادیے جاتے ہیں، ہلاکت ہے اس شخص کے لیے جو رمضان کا مہینہ پائے اور پھر اس کی بخشش نہ ہو۔" جب اس مہینے میں بخشش نہ ہوئی تو کب ہوگی؟ (رواہ الطبرانی فی الاوسط، وفیہ الفضل بن عیسیٰ الرقاشی مجمع الزوائدج:۳ص:۱۴۳)

روزے کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جس نے ایمان کے جذبے سے اور طلبِ ثواب کی نیت سے رمضان کا روزہ رکھا، اس کے گزشتہ گناہوں کی بخشش ہوگئی۔" (بخاری ومسلم، مشکوٰۃ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’(نیک) عمل جو آدمی کرتا ہے تو (اس کے لیے عام قانون یہ ہے کہ) نیکی دس سے لے کر سات سو گنا تک بڑھائی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: مگر روزہ اس (قانون) سے مستثنیٰ ہے (کہ اس کا ثواب ان اندازوں سے عطا نہیں کیا جاتا) کیوں کہ وہ میرے لیے ہے اور میں خود ہی اس کا (بے حد وحساب) بدلہ دوں گا، (اور روزے کے میرے لیے ہونے کا سبب یہ ہے کہ) وہ اپنی خواہش اور کھانے (پینے) کو محض میری (رضا) کی خاطر چھوڑتا ہے، روزہ دار کے لیے دو فرحتیں ہیں، ایک فرحت افطار کے وقت ہوتی ہے، اور دوسری فرحت اپنے رب سے ملاقات کے وقت ہوگی، اور روزہ دار کے منہ کی بو (جو خالی معدہ کی وجہ سے آتی ہے) اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک (وعنبر) سے زیادہ خوشبودار ہے۔ (بخاری ومسلم، مشکوٰۃ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’روزہ اور قرآن بندے کی شفاعت کرتے ہیں (یعنی قیامت کے دن کریں گے)، روزہ کہتا ہے: اے رب! میں نے اس کو دن بھر کھانے پینے سے اور دیگر خواہشات سے روکے رکھا، لہٰذا اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرمائیے۔ اور قرآن کہتا ہے کہ: میں نے اس کو رات کی نیند سے محروم رکھا (کہ رات کی نماز میں قرآن کی تلاوت کرتا تھا) لہٰذا اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرمائیے، چناں چہ دونوں کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔‘‘

سحری کے کھانے میں برکت ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’سحری کھایا کرو، کیوں کہ سحری کھانے میں برکت ہے۔‘‘ (بخاری ومسلم، مشکوٰۃ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ہمارے اور اہلِ کتاب کے روزے کے درمیان

سحری کھانے کا فرق ہے (کہ اہلِ کتاب کو سو جانے کے بعد کھانا پینا ممنوع تھا، اور ہمیں صبحِ صادق کے طلوع ہونے سے پہلے تک اس کی اجازت ہے۔)'' (مسلم، مشکوٰۃ)

افطار سے پہلے اور بعد کی دعا

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب روزہ افطار کرتے تو فرماتے: ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ۔

پیاس جاتی رہی، انتڑیاں تر ہو گئیں، اور اَجر ان شاء اللہ ثابت ہو گیا۔

حضرت معاذ بن زہرہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روزہ افطار کرتے تو یہ دُعا پڑھتے: اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ۔

اے اللہ! میں نے تیرے لیے روزہ رکھا، اور تجھ پر ایمان لایا اور تجھ پر بھروسہ کیا اور تیرے ہی دیئے ہوئے رزق سے افطار کیا۔

رمضان کے آخری عشرہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لنگی مضبوط باندھ لیتے (یعنی کمر ہمت چست باندھ لیتے) خود بھی شب بیدار رہتے اور اپنے گھر کے لوگوں کو بھی بیدار رکھتے۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ)

لیلۃ القدر ہزار مہینے سے بہتر رات ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رمضان المبارک آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک یہ مہینہ تم پر آیا ہے، اور اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینے سے بہتر ہے، جو شخص اس رات سے محروم رہا، وہ ہر خیر سے محروم رہا، اور اس کی خیر سے کوئی شخص محروم نہیں رہے گا، سوائے بدقسمت اور حرمان نصیب کے۔'' (ابنِ ماجہ، واسنادہ حسن، ترغیب)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو!‘‘ (صحیح بخاری، مشکٰوۃ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جب لیلۃ القدر آتی ہے تو جبریل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ نازل ہوتے ہیں، اور ہر بندہ جو کھڑا یا بیٹھا اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہا ہو (اس میں تلاوت، تسبیح و تہلیل اور نوافل سب شامل ہیں، الغرض کسی طریقے سے ذکر و عبادت میں مشغول ہو) اس کے لیے دعائے رحمت کرتے ہیں۔‘‘ (بیہقی، شعب الایمان، مشکٰوۃ)

فائدہ: رمضان المبارک کی 27 ویں شب کی عبادت کا اہتمام خاص طور سے مشائخ کے یہاں ثابت ہے، اس لئے اس روز ضرور عبادت کریں۔

لیلۃ القدر کی دعا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ فرمائیے کہ اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ یہ لیلۃ القدر ہے تو کیا پڑھوں؟ فرمایا: یہ دُعا پڑھا کرو۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ۔

اے اللہ! آپ بہت ہی معاف کرنے والے ہیں، معافی کو پسند فرماتے ہیں، پس مجھ کو بھی معاف کر دیجیے۔ (احمد، ترمذی، ابنِ ماجہ، مشکٰوۃ)

بغیر عذر کے رمضان کے روزے نہ رکھنے کا نقصان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جس شخص نے بغیر عذر اور بیماری کے رمضان کا ایک روزہ بھی چھوڑ دیا تو خواہ ساری عمر روزے رکھتا رہے، وہ اس کی تلافی نہیں کر سکتا (یعنی دوسرے وقت میں روزہ رکھنے سے اگرچہ فرض ادا ہو جائے گا، مگر رمضان المبارک کی برکت و فضیلت کا حاصل کرنا ممکن نہیں)۔ (احمد، ترمذی، ابوداوٗد، ابنِ ماجہ، دارمی، بخاری فی ترجمۃ الباب، مشکٰوۃ)

تراویح کا ثواب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے ایمان کے جذبے سے اور ثواب کی نیت سے رمضان کا روزہ رکھا، اس کے پہلے گناہ بخش دیے گئے، اور جس نے رمضان (کی راتوں) میں قیام کیا، ایمان کے جذبے اور ثواب کی نیت سے، اس کے گزشتہ گناہ بخش دیے گئے، اور جس نے لیلۃ القدر میں قیام کیا، ایمان کے جذبے اور ثواب کی نیت سے، اس کے پہلے گناہ بخش دیے گئے۔'' (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ)

اور ایک روایت میں ہے کہ: ''اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیے گئے۔'' (نسائی، ترغیب)

اعتکاف کا ثواب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے رمضان میں (آخری) دس دن کا اِعتکاف کیا، اس کو دو حج اور دو عمرے کا ثواب ہوگا۔'' (بیہقی، ترغیب)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی خاطر ایک دن کا بھی اعتکاف کیا، اللہ تعالیٰ اس کے اور دوزخ کے درمیان ایسی تین خندقیں بنادیں گے کہ ہر خندق کا فاصلہ مشرق و مغرب سے زیادہ ہوگا۔'' (طبرانی اوسط، بیہقی، حاکم، ترغیب)

درج ذیل امور سے واجب اور مسنون اعتکاف فاسد ہوجاتا ہے

۱۔ کسی طبعی یا شرعی عذر کے بغیر مسجد سے باہر نکلنا۔

۲ - روزہ نہ رکھنا یا توڑ دینا۔

۳۔ حالتِ اعتکاف میں مباشرت کرنا۔

٤۔ عورت اعتکاف میں ہو تو حیض و نفاس کا جاری ہوجانا۔

٥۔ کسی عذر کے باعث اعتکاف گاہ سے باہر نکل کر ضرورت سے زیادہ ٹھہرنا۔

(الہدایۃ مع فتح القدیر ۲:۱۱۳ باب الاعتکاف)

اعتکاف میں کھانا لانے والا کوئی نہ ہوتو کھانے کے لیے باہر نکلنا

اگر معتکف کے لیے مسجد میں کھانا پہچانے والا کوئی نہیں ہے اور معتکف کے لیے کوشش کے باوجود کھانے کا کوئی انتظام نہیں ہوسکتا تو اس صورت میں معتکف کے لیے کھانا لینے باہر نکلنا جائز ہے، اور کھانا لے کر فوراً مسجد میں آنا ضروری ہے، اور کھانا مسجد میں ہی کھانا ضروری ہوگا، اب اگر معتکف تیار کھانا لاسکتا ہوتو تیار کھانا ہی لا کر کھائے، لیکن اگر تیار کھانا دست یاب نہیں یا وہ صحیح نہ ہوتو ضرورت کے بقدر گھر جا کر کھانا بنانے کی گنجائش ہوگی، لیکن کھانا بنانے کے فوراً ابعد مسجد میں آ کر کھانا ضروری ہوگا۔

واضح رہے کہ ایسے اَحوال میں معتکف کو چاہیے کہ وہ مسجد انتظامیہ یا آس پاس کے کسی خداترس مسلمان کو اپنا مسئلہ بتادے، الحمدللہ اس دور میں بھی لوگ معتکفین کی خدمت کو اپنے لیے سعادت سمجھتے ہیں، اور اگر سائل بلا معاوضہ کسی سے خدمت لینا پسند نہ کرتا ہوتو کسی کو پیسوں کے عوض دس دن کھانا لانے یا بنانے کے لیے مقرر کردے، بہرصورت پہلی کوشش یہ ہو کہ اِس مقصد کے لیے اُسے مسجد سے باہر نکلنا نہ پڑے، اور اگر ایسی کوئی صورت نہ بن سکے تو حکم وہی ہوگا جو اوپر بیان کیا گیا ہے۔ (البحر الرائق شرح کنز الدقائق ومنحۃ الخالق وتکملۃ الطوري (2/ 326)

معتکف غسل فرض ہونے کی صورت میں مسجد سے کیسے نکلے؟

معتکف آدمی کو دن یا رات میں جب بھی احتلام ہو اور غسل فرض ہوجائے تو اس سے اعتکاف نہیں ٹوٹتا، ایسی صورت میں معتکف کو چاہیے کہ آنکھ کھلتے ہی تیمم کرلے، جس کے لیے کسی کچی یا پکی اینٹ کا پہلے سے انتظام کر لینا چاہیے، ورنہ مجبوری کی صورت میں مسجد کی دیوار وغیرہ پر ہاتھ مار کر مسنون طریقہ کے مطابق تیمم کرلے، پھر غسل کے لیے مسجد عبور کر کے جاسکتا ہے، پاؤں کے نیچے کپڑا رکھنے کی حاجت نہیں۔ (البحر الرائق شرح نزالدقائق -(1/ 206)

اعتکاف میں بذریعہ واٹس ایپ بات چیت کرنے کی صورت

اعتکاف کا مقصد اللہ تعالی کا قرب حاصل کرنا اوراس کی عبادت میں مشغول رہنا ہے، دنیا سے حتی الامکان کٹ کر اللہ تعالیٰ سے لَو لگانا ہے، لہذا معتکف کو چاہیے کہ وہ نماز، تلاوت، ذکرواذکار، تعلیم وتعلم اور دیگر عبادات میں اپنا زیادہ وقت گزارے، تاہم ضرورت کے وقت اپنی بیوی یا کسی اور شخص سے بذریعہ فون یا میسج گفتگو کرے تو اس کی اجازت ہے، بلاضرورت طویل بات چیت نہ کرے۔

اعتکاف میں انٹرنیٹ اور واٹس ایپ استعمال کرنے سے حتی الامکان احتراز کیا جائے؛ کیوں کہ اس میں جان دار کی تصاویر سے بچنا بہت مشکل تقریباً ناممکن ہے، اس سے مسجد کی بے ادبی کے ساتھ اعتکاف کے دوران گناہ بھی ہوگا، لیکن اگر کسی شخص نے اعتکاف کے دوران واٹس ایپ استعمال کیا تو اس کا اعتکاف نہیں ٹوٹے گا، البتہ اگر اس دوران جان دار کی تصاویر یا ویڈیو دیکھی ہوں تو توبہ واستغفار کرے۔

مسنون اعتکاف توڑ دیا تو کیا حکم ہے؟

سنت اعتکاف ٹوٹنے کی صورت میں ایک دن ایک رات کی قضا لازم ہے، لہٰذا اگر کسی شخص نے مسنون اعتکاف شروع کیا اور اس کا اعتکاف ٹوٹ گیا تو اسے چاہیے کہ ایک دن اور ایک رات اس اعتکاف کی قضا کرلے۔

اور قضا کا طریقہ یہ ہے کہ ایک دن، رات روزے کے ساتھ مسجد میں اعتکاف کرے، خواہ رمضان میں کرے یا رمضان کے بعد، یعنی غروبِ آفتاب سے پہلے مسجد چلا جائے اور اگلے دن روزہ رکھے اور پھر غروبِ آفتاب کے بعد واپس آجائے، عورت گھر میں نماز کی جگہ پر اعتکاف کرلے۔

البتہ عید الفطر کے دن اور ایامِ تشریق (10 تا13 ذوالحجہ) میں قضا نہ کرے، کیوں کہ ان پانچ ایام میں روزہ رکھنا شرعاً ممنوع ہے۔

یہ یاد رہے کہ اگر جان بوجھ کر بلا کسی عذر کے اعتکاف توڑ دیا تو اس کی وجہ سے معتکف گناہ گار ہوگا اس پر توبہ استغفار کرنا لازم ہے۔ (الدر المختار وحاشیۃ ابن عابدین (رد المحتار) (2/444)

حیض کی وجہ سے اعتکاف ٹوٹ جائے تو اس کی قضا کیسے ہوگی

اگر دورانِ اعتکاف عورت کے ایام شروع ہو جائیں تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا، ایسی حالت میں عورت اعتکاف چھوڑ دے، اور بعد میں روزہ کے ساتھ ایک دن کے اعتکاف کی قضا کرنا لازم ہوگی، دس دن کی قضا لازم نہیں ہوگی، اس لیے رمضان المبارک ہی میں اسی کی قضا کرنا ممکن ہو تو کر لے، ورنہ رمضان کے بعد بھی سال کے جن دنوں میں روزے رکھنا منع ہے (عیدین وایام تشریق) اس کے علاوہ کسی دن مغرب سے دوسرے دن کے غروب آفتاب تک ایک دن رات روزے کے ساتھ اعتکاف کی قضا کر لی جائے۔ (بدائع الصنائع (2/116)

عورت کا اعتکاف کی حالت میں دروازہ کھولنے کیلئے جانا

عورت اپنے گھر کی مسجد (جو جگہ نماز و دیگر عبادات کے لیے مختص ہو) میں اعتکاف کے لیے بیٹھی ہو تو عورت کے لیے گھر کی یہ مسجد بالکل اسی طرح ہے جس طرح مردوں کے لیے مسجد کا حکم ہے۔ اعتکاف کی حالت میں عورت کا طبعی اور شرعی ضرورت کے بغیر اس جگہ سے باہر نکلنا درست نہیں ہے۔

لہذا گھر کا دروازہ کھولنا کسی طبعی یا شرعی ضرورت میں شامل نہیں اور اس کے لیے متبادل انتظام بھی ممکن ہے، اس لیے عورت کا مسنون اعتکاف کی حالت میں دروازہ کھولنے جانا درست نہیں ہے اس سے مسنون اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ اعتکاف میں بیٹھنے سے پہلے ان کاموں کے لیے کوئی متبادل انتظام کر لیا جائے، مثلاً آنے والے افراد چابی سے دروازہ

کھول لیں یا عورت کے لیے مخصوص اعتکاف کی جگہ میں ہی بٹن لگا ہو جس کے ذریعہ دروازہ کھل جاتا ہو تو اس کا انتظام کر لینا چاہیے۔ تاکہ پوری یک سوئی کے ساتھ یہ عبادت اپنی روح اور مقصد کے ساتھ ادا ہو جائے۔

کیا مسجد میں اعتکاف کی حالت میں چارپائی استعمال کر سکتے ہیں؟

معتکف اپنے اعتکاف کی جگہ چارپائی بچھا سکتا ہے اور اس پر لیٹ سکتا ہے، مگر آج کل عرفاً مسجد میں چارپائی بچھانا خلافِ احترام سمجھا جاتا ہے، اس لیے مسجد میں احتیاط چاہیے۔ البتہ عورت کے لیے گھر میں اعتکاف کی جگہ میں چارپائی ڈالنے میں حرج نہیں۔

(فتاوی محمودیہ، کتاب الصوم، باب الاعتکاف 10 / 250 ط: فاروقیہ)

مرد کو گھروں میں اعتکاف کرنے کی اجازت نہیں

واضح رہے کہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرنا سنتِ مؤکدہ علی الکفایہ ہے، یعنی اگر بعض مسلمانوں نے اعتکاف کر لیا تو تمام اہلِ محلہ کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا، اور اگر پورے محلے میں کسی نے بھی اعتکاف نہ کیا تو تمام اہلِ محلہ گناہ گار ہوں گے۔ نیز مردوں کے لیے ایسی مساجد میں اعتکاف کرنا شرط ہے جہاں امام و مؤذن مقرر ہو، ایسی مساجد کے علاوہ مصلوں اور گھروں میں اعتکاف کرنے کی شرعاً اجازت نہیں، البتہ خواتین کے لیے اپنے گھر میں جگہ مقرر کر کے اعتکاف کرنے کا حکم ہے۔ (باب الاعتکاف، بَابُ الِاعْتِكَافِ فِي الْمَسْجِدِ، رقم الحدیث: 8573، 4/ 519، ط: دار الکتب العلمیہ)

عورت کا عدت کے دوران اعتکاف کرنا

عورت کے لیے عدت کے دوران اپنے شوہر کے گھر میں (جہاں وہ عدت گزار رہی ہے) اعتکاف کرنا جائز ہے، لیکن اپنے شوہر کے گھر کے علاوہ میں عدت کے دوران اعتکاف کرنا جائز نہیں ہے۔ (البنایۃ شرح الہدایۃ (4/ 126)

روزہ دار کے لیے پرہیز

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''جس شخص نے (روزے کی حالت میں) بیہودہ باتیں (مثلاً: غیبت، بہتان، تہمت، گالی گلوچ، لعن طعن، غلط بیانی وغیرہ) اور گناہ کا کام نہیں چھوڑا، تو اللہ تعالیٰ کو کچھ حاجت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔'' (بخاری، مشکوٰۃ)

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''روزہ ڈھال ہے، جب تک کہ اس کو پھاڑے نہیں۔'' (نسائی، ابنِ خزیمہ، بیہقی، ترغیب)

اور ایک روایت میں ہے کہ: عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! یہ ڈھال کس چیز سے پھٹ جاتی ہے؟ فرمایا: ''جھوٹ اور غیبت سے!'' (طبرانی الاوسط عن ابی ہریرہؓ: ترغیب)

روزے میں کوتاہیاں

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ نے ''اصلاح انقلاب'' میں تفصیل سے ان کوتاہیوں کا بھی ذکر فرمایا ہے جو روزے کے بارے میں کی جاتی ہیں، اس کتاب کا مطالعہ کر کے ان تمام کوتاہیوں کی اصلاح کرنی چاہیے، یہاں بھی اس کے ایک دو اقتباس نقل کیے جاتے ہیں، راقم الحروف کے سامنے مولانا عبد الباری ندوی کی ''جامع المجد دین'' ہے، ذیل کے اقتباسات اسی سے منتخب کیے گئے ہیں:

''بہت سے لوگ بلا کسی قوی عذر کے روزہ نہیں رکھتے، ان میں سے بعض تو محض کم ہمتی کی وجہ سے نہیں رکھتے، ایسے ہی ایک شخص کو، جس نے عمر بھر روزہ نہ رکھا تھا اور سمجھتا تھا کہ پورا نہ کر سکے گا، کہا گیا کہ تم بطور امتحان ہی رکھ کر دیکھ لو، چناں چہ رکھا اور پورا ہو گیا، پھر اس کی ہمت بندھ گئی اور رکھنے لگا۔''

بعض بلا عذر تو روزہ ترک نہیں کرتے، مگر اس کی تمیز نہیں کرتے کہ یہ عذر شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟ ادنیٰ بہانے سے افطار کردیتے ہیں، مثلاً: ایک ہی منزل کا سفر ہو، روزہ افطار کردیا، کچھ محنت مزدوری کا کام ہوا، روزہ چھوڑ دیا۔

بعضے لوگوں کا افطار تو عذرِ شرعی سے ہوتا ہے، مگر ان سے یہ کوتاہی ہوتی ہے کہ بعض اوقات اس عذر کے رفع ہونے کے وقت کسی قدر دن باقی ہوتا ہے، اور شرعاً بقیہ دن میں امساک یعنی کھانے پینے سے بند رہنا واجب ہوتا ہے، مگر وہ اس کی پروا نہیں کرتے، مثلاً: سفرِ شرعی سے ظہر کے وقت واپس آ گیا، یا عورت حیض سے ظہر کے وقت پاک ہوگئی، تو ان کو شام تک کھانا پینا نہ چاہئے۔

اکثر لوگ روزہ میں بھی معاصی سے نہیں بچتے، اگر غیبت کی عادت تھی، تو وہ بدستور رہتی ہے، اگر بدنگاہی کے خوگر تھے، وہ نہیں چھوڑتے، اگر حقوق العباد کی کوتاہیوں میں مبتلا تھے، ان کی صفائی نہیں کرتے، بلکہ بعض کے معاصی تو غالباً بڑھ جاتے ہیں، کہیں دوستوں میں جا بیٹھے کہ روزہ بہلے گا، اور باتیں شروع کیں، جن میں زیادہ حصہ غیبت کا ہوگا، یا چوسر، گنجفہ، تاش، ہارمونیم، گراموفون لے بیٹھے اور دن پورا کردیا۔ اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ بالکل روزہ ہی نہ ہوگا، لہٰذا رکھنے ہی سے کیا فائدہ؟ روزہ تو ہوجائے گا، لیکن ادنیٰ درجے کا۔ جیسے اندھا، لنگڑا، کانا، گنجا، اپاہج آدمی، آدمی تو ہوتا ہے، مگر ناقص۔

رمضان کے ضروری مسائل

مسئلہ ۱: رمضان شریف کے روزے ہر مسلمان پر جو مجنون اور نابالغ نہ ہو فرض ہیں جب تک کوئی عذر نہ ہو روزہ چھوڑنا درست نہیں اور اگر کوئی روزہ کی نذر مان لے تو روزہ فرض ہوجاتا ہے اور قضا اور کفارے کے روزے بھی فرض ہیں اور اس کے سوا اور سب روزے نفل ہیں رکھے تو ثواب ہے اور نہ رکھے تو کوئی گناہ نہیں البتہ عید اور بقرعید سے بعد تین دن روزہ رکھنا حرام ہے۔

مسئلہ ۲: جب سے فجر کی نماز کا وقت آتا ہے اس وقت سے لے کر سورج ڈوبنے تک روزے کی نیت سے کھانا اور پینا چھوڑ دے اور مرد سے ہمبستر بھی نہ ہو شریعت میں اس کو ''روزہ'' کہتے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۳: زبان سے نیت کرنا اور کچھ کہنا ضروری نہیں ہے بلکہ جب دل میں یہ دھیان ہے کہ آج میرا روزہ ہے اور سارا دن کچھ کھایا نہ پیا نہ ہمبستر ہوئی تو اس کا روزہ ہو گیا اور اگر کوئی زبان سے بھی کہہ دے کہ یا اللہ میں کل تیرا روزہ رکھوں گی یا عربی میں یہ کہہ دے کہ ''وبصوم غدنویت'' تو بھی کچھ حرج نہیں یہ بھی بہتر ہے۔

مسئلہ نمبر ۴: اگر کسی نے دن بھر نہ تو کچھ کھایا نہ پیا صبح سے شام تک بھوکی پیاسی رہی لیکن دل میں روزہ کا ارادہ نہ تھا بلکہ بھوک نہیں لگی یا کسی اور وجہ سے کچھ کھانے پینے کی نوبت نہیں آئی تو اس کا روزہ نہیں ہوا۔ اگر دل میں روزہ کا ارادہ کر لیتی تو روزہ ہو جاتا۔

مسئلہ ۵: شریعت میں روزہ صبح صادق کے وقت سے شروع ہوتا ہے اس لیے جب تک صبح نہ ہو کھانا پینا وغیرہ سب کچھ جائز ہے بعض عورتیں سحری کھا کر نیت کی دعا پڑھ کر لیٹ رہتی ہے اور یہ سمجھتی ہیں کہ اب نیت کر لینے کے بعد کچھ کھانا پینا نہیں چاہیے۔ یہ خیال غلط ہے جب تک صبح نہ ہو کھا پی سکتی ہے چاہے نیت کر چکی ہو یا ابھی نہ کی ہے۔ (رمضان کے ضروری مسائل از: اشرف علی تھانویؒ ص/22)

رمضان شریف کے روزے

مسئلہ ۱: رمضان شریف کے روزے کی اگر رات سے نیت کر لے تو بھی فرض ادا ہو جاتا ہے اور اگر رات کو روزہ رکھنے کا ارادہ نہ تھا بلکہ صبح ہو گئی تب بھی یہی خیال رہا کہ میں آج کا روزہ نہ رکھوں گی۔ پھر دن چڑھے خیال آ گیا کہ فرض چھوڑ دینا بری بات ہے اس لیے اب روزہ کی نیت کر لی تب بھی روزہ ہو گیا لیکن اگر صبح کو کچھ کھا پی چکی ہو تو اب نیت نہیں کر سکتی۔

مسئلہ ۲: اگر کچھ کھایا پیانہ ہوتو دن کوٹھیک دوپہر سے ایک گھنٹہ پہلے رمضان کے روزے کی نیت کرلینا درست ہے۔

مسئلہ ۳: رمضان شریف کے روزے میں بس اتنی نیت کرلینا کافی ہے کہ آج میرا روزہ ہے یا رات کو اتنا سوچ لے کہ کل میرا روزہ ہے بس اتنی ہی نیت سے بھی رمضان کا روزہ ادا ہوجائے گا اگر نیت میں خاص یہ بات نہ آئی ہو کہ رمضان کا روزہ ہے یا فرض روزہ ہے تب بھی روزہ ہوجائے گا۔

مسئلہ ۴: رمضان کے مہینے میں اگرکسی نے یہ نیت کی کہ میں کل نفل کا روزہ رکھوں گی رمضان کا روزہ نہ رکھوں گی بلکہ اس روزہ کی پھرکبھی قضا رکھ لوں گی تب بھی رمضان ہی کا روزہ ہوگا اور نفل کا نہیں ہوگا۔

مسئلہ ۵: پچھلے رمضان کا روزہ قضا ہوگیا تھا اور پورا سال گذرگیا اب تک اس کی قضا نہیں رکھی پھر جب رمضان کا مہینہ آگیا تو اسی قضا کی نیت سے روزہ رکھا تب بھی اِسی رمضان ہی کا روزہ ہوگا اور قضا کا روزہ نہ ہوگا قضا کا روزہ رمضان کے بعد رکھے۔

مسئلہ ۶: کسی نے نذر مانی تھی کہ اگر میرا فلاں کام ہوجائے تو میں اللہ تعالیٰ کے لیے دوروزے یا ایک روزہ رکھوں گی پھر جب رمضان کا مہینہ آیا تو اس نے اسی نذر کے روزے رکھنے کی نیت کی رمضان کے روزے کی نیت نہیں کی تب بھی رمضان ہی کا روزہ ہوگا نذر کا نہیں۔نذر کے روزے رمضان کے بعد پھر رکھے سب کا خلاصہ یہ ہوا کہ رمضان کے مہینے میں جب کسی روزے کی نیت کرے گی رمضان ہی کا روزہ ہوگا اور کوئی روزہ صحیح نہ ہوگا۔

مسئلہ ۷: شعبان کی انتیسویں تاریخ کو اگر رمضان شریف کا چاند نکل آئے تو صبح کو روزہ رکھو اور اگر نہ نکلے یا آسمان پر ابر ہو اور چاند نہ دکھائی دے تو صبح کو جب تک یہ شبہ رہے کہ رمضان شروع ہوا یا نہیں، روزہ نہ رکھو۔ بلکہ شعبان کے تیس دن پورے کر کے رمضان کے روزے شروع کرو۔

مسئلہ ۸: انتیسویں تاریخ ابرآلود (بادل یا گرد وغیرہ) کی وجہ سے رمضان شریف کا چاند نہیں دکھائی دیا تو صبح کو نفلی روزہ بھی نہ رکھو ہاں اگر ایسا اتفاق ہوجائے کہ ہمیشہ پیر اور جمعرات یا کسی اور مقرر دن کا روزہ رکھا کرتی تھی اور کل وہی دن ہے تو نفل کی نیت سے صبح کو روزہ رکھ لینا بہتر ہے پھر اگر کہیں سے چاند کی خبر آ گئی تو اسی نفل روزے سے رمضان کا فرض ادا ہوگیا اب اس کی قضا نہ رکھے۔

مسئلہ ۹: بادل کی وجہ سے انتیس تاریخ کو رمضان کا چاند نہیں دکھائی دیا تو دو پہر سے ایک گھنٹہ پہلے تک کچھ نہ کھائیں نہ پئیں۔ اگر کہیں سے خبر آجائے تو اب روزہ کی نیت کرلو اور اگر خبر نہ آئے تو کھائیں پئیں۔

مسئلہ ۱۰: انتیسویں تاریخ کو چاند نہیں نکلا تو یہ خیال نہ کرو کہ کل کا دن رمضان کا تو ہے نہیں میرے ذمہ جو پچھلے سال کا ایک روزہ ذمہ میں ہے اس کی قضا ہی رکھ لوں یا کوئی نذر مانی تھی اس کا روزہ رکھ لوں اس دن قضا کا روزہ اور کفارہ کا روزہ اور نذر کا روزہ رکھنا بھی مکروہ ہے کوئی روزہ نہیں رکھنا چاہیے اگر قضا یا نذر کا روزہ رکھ لیا پھر کہیں سے چاند کی خبر آ گئی تو بھی رمضان ہی کا روزہ ادا ہوگا۔ قضا اور نذر کا روزہ پھر سے رکھے اور اگر خبر نہیں آئی تو جس روزہ کی نیت کی تھی وہی ادا ہوگیا۔ (مسائل روزہ، ص/77)

قضا کے روزے

مسئلہ ۱: جو روزے کسی وجہ سے جاتے رہے ہوں رمضان کے بعد بہت جلد ان کی قضا رکھ لیں دیر نہ کریں۔ بلا وجہ قضا رکھنے میں دیر کرنا گناہ ہے۔

مسئلہ ۲: روزے کی قضا میں دن تاریخ مقرر کرکے قضا کی نیت کرنا کہ فلاں تاریخ کے روزے کی قضا رکھتی ہوں یہ ضروری نہیں بلکہ جتنے روزے قضا ہوں اتنے ہی روزے رکھ لینے

چاہییں البتہ اگر دوسال رمضان کے کچھ کچھ روزے قضا ہو گئے اس لیے دونوں سال کے روزے کی قضا رکھنا ہے تو سال کا مقرر کرنا ضروری ہے یعنی اس طرح نیت کرے کہ فلاں سال کے روزوں کی قضا رکھتی ہوں۔

مسئلہ ۳: قضا روزے میں رات سے نیت کرنا ضروری ہے اگر صبح ہو جانے کے بعد نیت کی تو قضا صحیح نہیں ہوئی بلکہ وہ نفلی روزہ ہو گیا قضا کا روزہ پھر سے رکھے۔

مسئلہ ۴: کفارے کے روزے کا بھی یہی حکم ہے کہ رات سے نیت کرنی چاہیے اگر صبح ہونے کے بعد نیت کی تو کفارہ کا روزہ صحیح نہیں ہوا۔

مسئلہ ۵: جتنے روزے قضا ہو گئے ہیں چاہے سب کو مسلسل رکھ لے چاہے تھوڑے تھوڑے کر کے رکھے دونوں باتیں درست ہیں۔

مسئلہ ۶: اگر رمضان کے روزے ابھی قضا نہیں رکھے اور دوسرا رمضان آ گیا تو اب اِس رمضان کے ادا روزے رکھے اور عید کے بعد قضا رکھے لیکن اتنی دیر کرنا بُری بات ہے۔

مسئلہ ۷: رمضان کے مہینے میں دن کو بے ہوش ہو گئی اور ایک دن سے زیادہ بے ہوش رہی تو بے ہوشی ہونے کے دن کے علاوہ جتنے دن بے ہوش رہی اتنے دنوں کی قضا رکھے۔ جس دن بے ہوش ہوئی اس ایک دن کی قضاء واجب نہیں ہے کیونکہ اس دن کا روزہ بوجہ نیت کے درست ہو گیا۔ ہاں! اگر اس دن روزہ سے نہ تھی یا اس دن حلق میں کوئی دوا ڈالی گئی اور وہ حلق سے اتر گئی تو اس دن کی قضاء بھی واجب ہے۔

مسئلہ ۸: اگر رات کو بے ہوش ہوئی ہو تب بھی جس رات کو بے ہوش ہوئی اس ایک دن کی قضاء واجب نہیں ہے باقی اور جتنے دن بے ہوش رہی سب کی قضا واجب ہے ہاں اگر اس رات کو صبح کا روزہ رکھنے کی نیت نہ تھی یا صبح کو کوئی دوا حلق میں ڈالی گئی تو اس دن کا روزہ بھی قضا رکھے۔

مسئلہ ۹: اگر سارے رمضان بھر بے ہوشی رہے تب بھی قضاء رکھنا چاہیے یہ نہ سمجھے کہ سب روزے معاف ہو گئے البتہ اگر جنون ہو گیا اور پورے رمضان بھر دیوانی رہی تو اس رمضان کے کسی روزے کی قضا واجب نہیں اور اگر رمضان شریف کے مہینے میں کسی دن جنون جاتا رہا اور عقل ٹھکانے ہوگئی تو اب سے روزے رکھنے شروع کرے اور جتنے روزے جنون میں گئے ان کی قضا بھی رکھے۔ (قضا روزوں کی ادائیگی، ص/88)

نذر کے روزے

مسئلہ ۱: جب کوئی روزہ کی نذر مانے تو اس کا پورا کرنا واجب ہے اگر نہ رکھے گی تو گناہ گار ہو گی مسئلہ ۲: نذر دو طرح کی ہے: ایک تو یہ کہ دن تاریخ مقرر کر کے نذر مانی کہ ''یا اللہ! اگر آج فلاں کام ہو جائے تو کل ہی تیرا روزہ رکھوں گی۔'' یا یوں کہا کہ ''یا اللہ! میری فلاں مراد پوری ہو جائے تو پرسوں جمعہ کے دن روزہ رکھوں گی۔'' ایسی نذر میں اگر رات سے روزہ کی نیت کرے تو بھی درست ہے اگر اگر رات سے نیت نہ کی تو دو پہر سے ایک گھنٹہ پہلے پہلے نیت کر لے یہ بھی درست ہے نذر ادا ہو جائے گی۔

مسئلہ ۳: جمعہ کے دن روزہ رکھنے کی نذر مانی اور جب جمعہ آیا تو بس اتنی نیت کر لی کہ آج میرا روزہ ہے یہ مقرر نہیں کیا کہ یہ نذر کا روزہ ہے یا کہ نفل کی نیت کر لی تب بھی نذر کا روزہ ادا ہو گا البتہ اس جمعہ کو قضا کا روزہ ہو جائے گا نذر کا روزہ پھر رکھے۔

مسئلہ ۴: دوسری نذر یہ ہے کہ دن تاریخ مقرر کر کے نذر نہیں مانی بس اتنا ہی کہا: ''یا اللہ! اگر میرا فلاں کام ہو جائے تو ایک روزہ رکھوں گی یا کسی کا نام نہیں لیا ویسے ہی کہہ دیا کہ پانچ روزے رکھوں گی ایسی نذر میں رات سے نیت کرنا شرط ہے۔ اگر صبح ہو جانے کے بعد نیت کی تو نذر کا روزہ نہیں ہوا بلکہ وہ روزہ نفل ہو گیا۔ (رمضان المبارک کے احکام، ص/99)

نفل روزے

مسئلہ ۱: نفل روزے کی نیت اگر یہ مقرر کر کے کرے کہ میں نفل کا روزہ رکھتا ہوں تو بھی صحیح ہے اور اگر فقط اتنی نیت کرے کہ میں روزہ رکھتا ہوں تب بھی صحیح ہے۔

مسئلہ ۲: دوپہر سے ایک گھنٹہ پہلے تک نفل کی نیت کر لینا درست ہے اگر دس بجے دن تک مثلاً روزے رکھنے کا ارادہ نہ تھا لیکن ابھی تک کچھ کھایا پیا نہیں پھر دل میں آ گیا اور روزہ رکھ لیا تو بھی درست ہے۔

مسئلہ ۳: رمضان شریف کے مہینے کے سوا جس دن چاہے نفل کا روزہ رکھے جتنے زیادہ رکھے گی زیادہ ثواب پائے گی۔

البتہ عید الفطر کے دن اور بقر عید کی دسویں گیارہویں بارہویں اور تیرہویں؛ سال بھر میں فقط پانچ دن روزے رکھنے حرام ہیں اس کے سوا سب روزے درست ہیں۔

مسئلہ ۴: اگر کوئی عید کے دن روزہ رکھنے کی منت مانے تب بھی اس دن کا روزہ درست نہیں اس کے بدلے کسی اور دن رکھ لے۔

مسئلہ ۵: اگر کسی نے یہ منت مانی کہ میں پورے سال کے روزے رکھوں گی سال میں کسی دن کا روزہ بھی نہ چھوڑونگی تب بھی یہ پانچ روزے نہ رکھے باقی سب رکھ لے پھر ان پانچ روزوں کی قضا رکھ لے۔

مسئلہ ۶: نفل کا روزہ نیت کرنے سے واجب ہو جاتا ہے سو اگر صبح صادق سے پہلے یہ نیت کی کہ آج میرا روزہ ہے پھر اس کے بعد توڑ دیا تو اب اس کی قضا رکھے۔

مسئلہ ۷: کسی نے رات کو ارادہ کیا کہ میں کل روزہ رکھوں گی لیکن پھر صبح صادق ہونے سے پہلے ارادہ بدل گیا اور روزہ نہیں رکھا تو قضا واجب نہیں۔

مسئلہ ۸: شوہر کی اجازت کے بغیر نفل روزہ رکھنا درست نہیں اگر اس کی اجازت کے بغیر روزہ رکھ لیا تو اس کے توڑوانے سے توڑ دینا درست ہے پھر جب وہ کہے تب اس کی قضا رکھے۔

مسئلہ ۹: کسی کے گھر مہمان گئی یا کسی نے دعوت کر دی اور کھانا نہ کھانے سے اس کا جی بُرا ہوگا دل شکنی ہوگی تو اس کی خاطر سے نفل روزہ توڑ دینا درست ہے اور مہمان کی خاطر سے گھر والی کو بھی توڑ دینا درست ہے۔

مسئلہ ۱۰: کسی نے عید کے دن نفل روزہ رکھ لیا اور نیت کر لی تب بھی توڑ دے اور اس کی قضا رکھنا بھی واجب نہیں۔

مسئلہ ۱۱: محرم کی دسویں تاریخ کو روزہ رکھنا مستحب ہے حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو کوئی یہ روزہ رکھے اس کے گزرے ہوئے ایک سال کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور اس کے ساتھ نویں یا گیارہویں تاریخ کا روزہ رکھنا بھی مستحب ہے صرف دسویں کو روزہ رکھنا مکروہ ہے۔

مسئلہ ۱۲: اس طرح بقرعید کی نویں تاریخ کو روزہ رکھنے کا بھی ثواب ہے اس سے ایک سال کے اگلے اور ایک سال کے پچھلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور اگر شروع چاند سے نویں تک برابر روزے رکھے تو بہت ہی بہتر ہے۔

مسئلہ ۱۳: شب برأت کی پندرہویں اور شوال کے چھ دن نفل روزہ رکھنے کا بھی اور نفلوں سے زیادہ ثواب ہے۔

مسئلہ ۱۴: اگر ہر مہینے کی تیرہویں، چودہویں اور پندرہویں تین دن روزہ رکھ لیا کرے تو گویا اس نے سال بھر مسلسل روزے رکھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ تین روزے رکھا کرتے تھے ایسے ہی ہر پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھا کرتے تھے اگر کوئی ہمت کرے تو اس کا بھی بہت ثواب ہے۔

(از: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

کن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے/ اور کن چیزوں سے ٹوٹ جاتا ہے اور قضا یا کفارہ لازم آتا ہے؟

مسئلہ ۱: اگر روزہ دار بھول کر کچھ کھا لے یا پی لے یا بھولے سے خاوند سے ہمبستر ہو جائے تو اس کا روزہ نہیں گیا۔ اگر بھول کر پیٹ بھر کر بھی کھا پی لے تب بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اگر بھول کر کئی دفعہ کھا پی لیا تب بھی روزہ نہیں گیا۔

مسئلہ ۲: ایک شخص کو بھول کر کچھ کھاتے پیتے دیکھا تو اگر وہ اس قدر طاقت ور ہے کہ روزہ سے زیادہ تکلیف نہیں ہوتی تو روزہ یاددلا دینا واجب ہے اور اگر کوئی ناطاقت ہو کہ روزہ سے تکلیف ہوتی ہے تو اس کو یاد نہ دلاوے کھانے دیوے۔

مسئلہ ۳: حلق کے اندر مکھی چلی گئی یا خود بخود دھواں چلا گیا یا گرد وغبار چلا گیا تو روزہ نہیں گیا البتہ اگر قصداً ایسا کیا تو روزہ جاتا رہا۔

مسئلہ ۴: لوبان (ایک قسم کی گوند جو آگ پر رکھنے سے خوشبو دیتا ہے) وغیرہ کوئی دھونی سلگائی پھر اس کو اپنے پاس رکھ کر سونگھا تو روزہ جاتا رہا اسی طرح حقہ پینے سے بھی روزہ جاتا رہتا ہے البتہ اس دھوئیں کے سوا عطر کیوڑہ گلاب پھول اور خوشبو سونگھنا جس میں دھواں نہ ہو درست ہے۔

مسئلہ ۵: دانتوں میں گوشت کا ریشہ اٹکا ہوا تھا یا کوئی اور چیز تھی اس کو خلال سے نکال کر کھا گئی لیکن منہ سے باہر نہیں نکالا آپ ہی آپ حلق میں چلی گئی تو دیکھو اگر چنے سے کم ہے تب تو روزہ نہیں گیا اور اگر چنے کے برابر اس سے زیادہ ہے تو جاتا رہا البتہ اگر منہ سے باہر نکال لیا تھا پھر اس کے بعد نگل گئی تو ہر حال میں روزہ ٹوٹ گیا چاہے وہ چیز چنے کے برابر ہو یا اس سے بھی کم ہو دونوں کا ایک حکم ہے۔

مسئلہ ۶: تھوک نگلنے سے روزہ نہیں جاتا چاہے جتنا ہو۔

مسئلہ ۷: اگر پان کھا کر خوب کلی غرغرہ کر کے منہ صاف کرلیا لیکن تھوک کی سرخی نہیں گئی تو اس کا کچھ حرج نہیں روزہ ہو گیا۔

مسئلہ ۸: ناک کو اتنے زور سے سُڑَک لیا کہ حلق میں چلی گئی تو روزہ نہیں ٹوٹا اسی طرح منہ کی رال سُڑَک کر نگل جانے سے روزہ نہیں جاتا۔

مسئلہ ۹: منہ میں پان دبا کر سو گئی اور صبح ہو جانے کے بعد آنکھ کھلی تو روزہ نہیں ہوا قضا رکھے اور کفارہ واجب نہیں۔

مسئلہ ۱۰: کلی کرتے وقت حلق میں پانی چلا گیا اور روزہ یاد تھا تو روزہ جاتا رہا قضا واجب ہے کفارہ واجب نہیں۔

مسئلہ ۱۱: آپ ہی قے ہو گئی تو روزہ نہیں گیا چاہے تھوڑی سی قے ہوئی یا زیادہ۔ البتہ اگر اپنے اختیار سے قے کی اور منہ بھر کے تھی تو روزہ جاتا رہا اور اگر اس سے تھوڑی ہو تو خود کرنے سے بھی نہیں گیا۔

مسئلہ ۱۲: تھوڑی سی قے آئی پھر آپ ہی آپ حلق میں لوٹ گئی تب بھی روزہ نہیں ٹوٹا البتہ اگر قصداً لوٹا لیا تو روزہ ٹوٹ جاتا۔

مسئلہ ۱۳: کسی نے کنکری یا لوہے کا ٹکڑا وغیرہ کوئی ایسی چیز کھالی جس کو نہیں کھایا کرتے اور نہ اس کو کوئی بطور دوا کے کھاتا ہے تو اس کا روزہ جاتا رہا لیکن اس پر کفارہ واجب نہیں اور اگر ایسی چیز کھالی یا پی لی جس کو لوگ کھایا کرتے ہیں یا کوئی ایسی چیز ہے کہ یوں تو نہیں کھاتے لیکن بطور دوا کے ضرورت کے وقت کھاتے ہیں تو بھی روزہ جاتا رہا اور قضا و کفارہ دونوں واجب ہیں۔

مسئلہ ۱۴: روزے کے توڑنے سے کفارہ جب ہی لازم آتا ہے جب کہ رمضان شریف میں روزہ توڑ ڈالے رمضان شریف کے سوا اور کسی روزے کے توڑنے سے کفارہ واجب نہیں ہوتا

چاہے جس طرح توڑے اگرچہ وہ روزہ رمضان کی قضا ہی کیوں نہ ہو۔ البتہ اگر اس روزہ کی نیت رات سے نہ کی ہو یا روزہ توڑنے کے بعد اسی دن حیض آگیا ہو تو اس کے توڑنے سے کفارہ واجب نہیں۔

مسئلہ ۱۵: کسی نے روزہ میں ناس لیا (ہلاس یا نسوار کو ناک میں چڑھایا) یا......حقنہ کرالیا اور پینے کی دوا نہیں پی تب بھی روزہ جاتا رہا لیکن صرف قضا واجب ہے اور کفارہ واجب نہیں اور اگر کان میں پانی (یا دوا از ناقل) ڈالا تو روزہ نہیں گیا۔

مسئلہ ۱۶: منہ سے خون نکلتا ہے اس کو تھوک کے ساتھ نگل گئی تو روزہ ٹوٹ گیا البتہ اگر خون تھوک سے کم ہو اور خون کا مزہ حلق میں معلوم نہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹا۔

مسئلہ ۱۷: اگر زبان سے کوئی چیز چکھ کر تھوک دی تو روزہ نہیں ٹوٹا لیکن خواہ مخواہ ایسا کرنا مکروہ ہے ہاں! اگر کسی کا شوہر بڑا بدمزاج ہو اور یہ ڈر ہو کہ اگر سالن میں نمک وغیرہ درست نہ ہوا تو ناک میں دم کر دے گا اس کو نمک چکھ لینا درست ہے اور مکروہ نہیں۔

مسئلہ ۱۸: کسی چیز کو اپنے منہ سے چبا کر چھوٹے بچے کو کھلانا مکروہ ہے البتہ اگر اس کی ضرورت پڑے اور مجبوری و ناچاری ہو جائے تو مکروہ نہیں۔

مسئلہ ۱۹: کوئلہ چبا کر دانت مانجھنا اور منجن (ٹوتھ پیسٹ) سے دانت مانجھنا مکروہ ہے اور اگر اس میں سے کچھ حلق میں اتر جائے تو روزہ جاتا رہے گا اور مسواک سے دانت صاف کرنا درست ہے چاہے سوکھی مسواک ہو یا تازی اسی وقت کی توڑی ہوئی اگر نیم کی مسواک ہے اور اس کا کڑوا پن منہ میں معلوم ہوتا ہے تب بھی مکروہ نہیں۔

مسئلہ ۲۰: کسی نے بھولے سے کچھ کھا لیا اور یوں سمجھی کہ میرا روزہ ٹوٹ گیا اس وجہ سے پھر قصداً کچھ کھا لیا تو اب روزہ جاتا رہا فقط قضا واجب ہے کفارہ واجب نہیں۔

مسئلہ ۲۱: اگر کسی کو قے آ گئی اور وہ سمجھی کہ میرا روزہ ٹوٹ گیا اس گمان پر پھر قصداً کھا لیا اور روزہ توڑ دیا تو بھی قضا واجب ہے کفارہ واجب نہیں۔

مسئلہ ۲۲: اگر سرمہ لگایا یا تیل ڈالا پھر سمجھی کہ میرا روزہ ٹوٹ گیا اور پھر قصداً کھا لیا تو قضا اور کفارہ دونوں واجب ہیں۔

مسئلہ ۲۳: رمضان کے مہینے میں اگر کسی کا روزہ اتفاقاً ٹوٹ گیا تو روزہ ٹوٹنے کے بعد بھی دن میں کچھ کھانا پینا درست نہیں ہے سارے دن روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہے۔(روزوں کے چند مسائل،44)

سحری اور افطاری

مسئلہ ۱: سحری کھانا سنت ہے اگر بھوک نہ ہو اور کھانا نہ کھائے تو کم سے کم دو تین چھوہارے ہی کھالے یا کوئی اور چیز تھوڑی بہت کھالے کچھ نہ سہی تو تھوڑا سا پانی ہی پی لے۔

مسئلہ ۲: اگر کسی نے سحری نہ کھائی اور اٹھ کر ایک آدھ پان کھالیا تو بھی سحری کھانے کا ثواب مل گیا۔

مسئلہ ۳: سحری میں جہاںتک ہوسکے دیر کر کے کھانا بہتر ہے لیکن اتنی دیر نہ کرے کہ صبح ہونے لگے اور روزہ میں شبہ پڑ جائے۔

مسئلہ ۴: اگر سحری بڑی جلدی کھالی مگر اس کے بعد پان تمباکو چائے پانی دیر تک کھاتی پیتی رہی جب صبح ہونے میں تھوڑی دیر رہ گئی تب کلی کر ڈالی تب بھی ثواب مل گیا۔

مسئلہ ۵: اگر رات کو سحری کھانے کے لیے آنکھ نہ کھلی سب کے سب سو گئے تو بے سحری کھائے صبح کا روزہ رکھو سحری چھوٹ جانے سے روزہ چھوڑ دینا بڑی کم ہمتی کی بات اور بڑا گناہ ہے۔

مسئلہ ۶: جب تک صبح نہ ہو اور فجر کا وقت نہ آئے تب تک سحری کھانا درست ہے اس کے بعد درست نہیں۔(آج کل رمضان المبارک میں مساجد وغیرہ میں سحری کے ختم ہونے کا وقت بھی

بتلایا جاتا ہے لہذا جونہی سحری ختم ہونے کا کہا جائے تو فوراً کھانا پینا بند کر دیں ورنہ روزہ نہیں ہوگا بعض خواتین اور مرد اس اعلان کے بعد بھی کھاتے رہتے ہیں اور فجر کی اذان تک کھانے پینے پر لگے رہتے ہیں یاد رکھیں یہ روزہ ہرگز نہیں ہوگا اور سارا دن بھوکا پیاسا رہنا کوئی فائدہ نہیں دے گا اور ذمہ میں روزے باقی رہیں گے اور رمضان کی مبارک گھڑیوں سے بھی محرومیت ہوگی بلکہ جیسے ایک روایت میں ہے کہ اگر ساری زندگی بھی روزہ رکھا جائے تو بھی رمضان کے روزے کے برابر نہیں ہوسکتا۔ اس لیے بہت پرہیز کریں کہ جونہی مسجد وغیرہ سے سحری ختم ہونے کا کہا جائے فورا کھانا پینا بند کر دیں اور نماز فجر کی تیاری شروع کر دیں۔

مسئلہ ۷: کسی کی آنکھ دیر میں کھلی اور یہ خیال ہوا کہ ابھی رات باقی ہے اس گمان پر سحری کھالی پھر معلوم ہوا کہ صبح ہوجانے کے بعد سحری کھائی تھی تو روزہ نہیں ہوا قضا رکھے اور کفارہ واجب نہیں لیکن پھر بھی کچھ کھائے پئے نہیں روزہ داروں کی طرح رہے۔ اسی طرح اگر سورج ڈوبنے کے گمان سے روزہ کھول لیا پھر سورج نکل آیا تو روزہ جاتا رہا اس کی قضا کرے کفارہ واجب نہیں اور اب جب تک سورج نہ ڈوب جائے کچھ کھانا پینا درست نہیں۔

مسئلہ ۸: اگر اتنی دیر ہوگئی کہ صبح ہوجانے کا شبہ پڑ گیا تو اب کچھ کھانا مکروہ ہے اور اگر ایسے وقت کچھ کھالیا یا پانی پی لیا تو گناہ ہے پھر اگر معلوم ہوگیا کہ اس وقت صبح ہوگئی تھی تو اس روزہ کی قضا رکھے اور اگر کچھ نہ معلوم ہو شبہ ہی شبہ رہ جائے تو قضا رکھنا واجب نہیں ہے لیکن احتیاط کی بات یہ ہے کہ اس کی قضا رکھ لے۔

مسئلہ ۹: مستحب یہ ہے کہ جب سورج یقیناً ڈوب جائے تو تب روزہ کھول ڈالے دیر کر کے روزہ کھولنا مکروہ ہے۔

مسئلہ ۱۰: بادل والے دن ذرا دیر کر کے روزہ افطار کریں جب خوب یقین ہو جائے کہ سورج ڈوب گیا ہوگا تب افطار کرو۔

مسئلہ ۱۱: چھوہارے سے روزہ کھولنا بہتر ہے یااور کوئی میٹھی چیز ہواس سے افطار کرے وہ بھی نہ ہوتو پانی سے افطار کرے بعض خواتین اور بعض مرد نمک سے افطار کرتے ہیں اور اس میں ثواب سمجھتے ہیں یہ غلط عقیدہ ہے۔

مسئلہ ۱۲: جب تک سورج کے ڈوبنے میں شبہ رہے تب تک افطار کرنا جائز نہیں۔(رمضان المبارک کے برکات،ص/44)

کن وجوہ سے روزہ توڑ دینا جائز ہے؟

مسئلہ ۱: اچانک ایسی بیمار پڑ گئی کہ اگر روزہ نہ توڑا تو جان چلی جائے گی یا بیماری بہت بڑھ جائے گی تو روزہ توڑ دینا درست ہے جیسے اچانک پیٹ میں ایسا درد اٹھا کہ بیتاب ہوگئی یا سانپ نے کاٹ لیا تو دوا پی لیا اور روزہ توڑ دینا درست ہے ایسے ہی اگر ایسی پیاس لگی کہ مرجانے کا پورا قوی امکان تو بھی روزہ توڑ ڈالنا درست ہے۔

مسئلہ ۲: حاملہ عورت کو کوئی ایسی بات پیش آ گئی جس سے اپنی جان کا یا بچے کی جان جانے کا ڈر ہے تو روزہ توڑ ڈالنا درست ہے۔

مسئلہ ۳: کھانا پکانے کی وجہ سے بے حد پیاس لگ آئی اور اتنی بیتابی ہوگئی کہ اب جان کا خوف ہے تو روزہ کھول ڈالنا درست ہے لیکن اگر خود اس نے قصداً اتنا کام کیا جس سے ایسی حالت ہوگئی تو گناہ گار ہوگی۔

کن وجوہ سے روزہ نہ رکھنا جائز ہے؟

مسئلہ ۱: اگر ایسی بیماری ہے کہ روزہ نقصان کرتا ہے اور یہ ڈر ہے کہ اگر روزہ رکھے گی تو بیماری بڑھ جائے گی یا دیر میں اچھی ہوگی یا جان جاتی رہے گی تو روزہ نہ رکھے جب اچھی ہوجائے تو اس

کی قضا رکھ لے لیکن فقط اپنا دل سے ایسا خیال کر لینے سے روزہ چھوڑ دینا درست نہیں ہے بلکہ جب کوئی مسلمان دیندار طبیب کہہ دے کہ روزہ تم کو نقصان کرے گا تب چھوڑنا چاہیے۔

مسئلہ ۲: اگر حکیم یا ڈاکٹر کافر ہے یا شرع کا پابند نہیں ہے تو اس کی بات کا اعتبار نہیں ہے فقط اس کے کہنے سے روزہ نہ چھوڑے۔

مسئلہ ۳: اگر حکیم نے تو کچھ کہا نہیں لیکن خود اپنا تجربہ ہے اور کچھ ایسی نشانیاں معلوم ہوئیں جن کی وجہ سے دل گواہی دیتا ہے کہ روزہ نقصان کرے گا تب بھی روزہ نہ رکھے اور اگر خود تجربہ کار نہ ہو اور اس بیماری کا کچھ حال معلوم نہ ہو فقط خیال کا اعتبار نہیں اگر دیندار حکیم (ڈاکٹر) کے بغیر بتائے اور بغیر تجربے کے اپنے خیال ہی خیال پر رمضان کا روزہ توڑے گی تو کفارہ دینا پڑے گا اور اگر روزہ نہ رکھے گی تو گناہ گار ہوگی۔

مسئلہ ۴: اگر بیماری سے اچھی ہوگئی لیکن ابھی ضعف باقی ہے اور یہ غالب گمان ہے کہ اگر روزہ رکھا تو پھر بیمار ہو جائے گی تب بھی روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔

مسئلہ ۵: اگر کوئی سفر میں ہو تو اس کے لیے بھی درست ہے کہ روزہ نہ رکھے پھر کبھی اس کی قضا رکھ لے اور سفر کے معنے وہی ہیں جس کا نماز کے بیان میں ذکر ہو چکا ہے (یعنی 77 کلومیٹر سفر شرعی۔

مسئلہ ۶: سفر میں اگر روزے سے کوئی تکلیف نہ ہو جیسے ریل پر سوار ہے اور یہ خیال ہے کہ شام تک گھر پہنچ جاؤں گی یا اپنے ساتھ سب راحت و آرام کا سامان موجود ہے تو ایسے وقت سفر میں بھی روزہ رکھ لینا بہتر ہے اور اگر روزہ نہ رکھے تب بھی کوئی گناہ نہیں ہاں رمضان شریف کے روزے کی جو فضیلت ہے اس سے محروم رہے گی اور اگر راستہ میں روزہ کی وجہ سے تکلیف اور پریشانی ہو تو ایسے وقت روزہ نہ رکھنا بہتر ہے۔

مسئلہ ۷: اگر بیماری سے اچھی نہیں ہوئی اسی میں مرگئی یا ابھی گھر نہیں پہنچی سفر ہی میں مرگئی تو

جتنے روزے بیماری یا سفر کی وجہ سے چھوٹے ہیں آخرت میں ان مواخذہ نہ ہوگا کیونکہ قضا رکھنے کی مہلت ابھی اس کو نہیں ملی تھی۔

مسئلہ ۸: اگر بیماری میں دس روزے گئے تھے پھر پانچ دن اچھی رہی لیکن قضا روزے نہیں رکھے تو پانچ روزے تو معاف فقط پانچ روزوں کی قضا نہ رکھنے پر پکڑی جائے گی اور اگر پورے دس دن اچھی رہی تو پورے دسوں دن کی پکڑ ہوگی اس لیے ضروری ہے کہ جتنے روزوں کا مواخذہ اس پر ہونے والا ہے اتنے دنوں کا فدیہ دینے کے لیے وصیت کر جائے جب کہ اس کے پاس مال ہو مسئلہ ۹: اسی طرح اگر سفر میں روزے چھوڑ دیے تھے پھر گھر پہنچنے کے بعد مر گئی تو جتنے دن گھر میں رہی ہے فقط اتنے دن کی پکڑ ہوگی اس کو بھی چاہیے کہ فدیہ کی وصیت کر جائے۔ اگر روزے گھر رہنے کی مدت سے زیادہ چھوٹے ہوں تو ان کا مواخذہ نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۰: اگر راستہ میں پندرہ دن رہنے کی نیت سے ٹھہر گئی تو اب روزہ چھوڑنا درست نہیں کیونکہ شریعت میں اب وہ مسافر نہیں رہی، البتہ اگر پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت ہو تو روزہ نہ رکھنا درست ہے۔

مسئلہ ۱۱: حاملہ عورت اور دودھ پلانے والی عورت کو جب اپنی جان کا یا بچہ کی جان کا ڈر ہو تو روزہ نہ رکھے پھر کبھی قضا رکھ لے لیکن اگر اپنا شوہر مالدار ہے کہ کوئی انّا (بچوں کو دودھ پلانے والی) رکھ کر دودھ پلوا سکتا ہے تو دودھ پلانے کی وجہ سے ماں کو روزہ چھوڑنا درست نہیں ہے۔ البتہ اگر وہ ایسا بچہ کہ سوائے اپنی ماں کے کسی اور کا دودھ نہیں پیتا تو ایسے وقت ماں کو روزہ نہ رکھنا درست ہے۔

مسئلہ ۱۲: کسی انّا (بچوں کو دودھ پلانے والی) نے دودھ پلانے کی نوکری کی پھر رمضان آ گیا اور روزہ سے بچہ کی جان کا ڈر ہے تو انّا کو بھی روزہ نہ رکھنا درست ہے۔

مسئلہ ۱۵: اسی طرح اگر کوئی دن کو مسلمان ہوئی یا دن کو جوان ہوئی تو اب دن بھر کچھ کھانا پینا درست نہیں اگر کچھ کھا لیا تو اس روزہ کی قضا رکھنا بھی نئی مسلمان اور نئی جوان کے ذمے واجب نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۶: سفر میں روزہ نہ رکھنے کا ارادہ تھا لیکن دو پہر سے ایک گھنٹہ پہلے ہی اپنے گھر پہنچ گئی یا ایسے وقت میں پندرہ دن رہنے کی نیت سے کہیں رہ پڑی اور اب تک کچھ کھایا پیا نہیں ہے تو اب روزہ کی نیت کر لینا درست ہے۔ (رمضان کے ضروری مسائل، ص/89)

فدیہ اور اس کے احکام کیا ہیں؟

مسئلہ ۱: جس کو اتنا بڑھاپا ہو گیا ہو کہ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رہی یا اتنی بیمار ہے کہ اب اچھے ہونے کی امید نہیں نہ روزے رکھنے کی طاقت ہے تو وہ روزے نہ رکھے اور ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو صدقہ فطر کے برابر غلہ دے دے یا صبح شام پیٹ بھر کے اس کو کھلا دے شریعت میں اس کو ''فدیہ'' کہتے ہیں اور اگر غلہ کے بدلے اسی قدر غلہ کی قیمت دے دے تب بھی درست ہے۔

مسئلہ ۲: وہ فدیہ کا غلہ اگر تھوڑے تھوڑے کر کے کئی مسکینوں کو بانٹ دے تو بھی صحیح ہے۔

مسئلہ ۳: پھر اگر کبھی طاقت آ گئی یا بیماری سے اچھی ہو گئی تو سب روزے قضا رکھنے پڑیں گے اور جو فدیہ دیا ہے اس کا ثواب الگ ملے گا۔

مسئلہ ۴: کسی کے ذمہ کئی روزے قضا تھے اور مرتے وقت وصیت کر گئی کہ میرے روزوں کے بدلے فدیہ دے دینا تو اس کے مال میں سے اس کا ولی فدیہ دے دے اور کفن دفن اور قرض ادا کر کے جتنا مال بچے اس کی ایک تہائی میں سے اگر سب فدیہ نکل آوے تو دینا واجب ہوگا۔

مسئلہ ۵: اگر اس نے وصیت نہیں کی مگر ولی نے اپنے مال میں سے فدیہ دے دیا تب بھی خدا سے امید رکھے کہ شاید قبول کر لے اور اب روزوں کا مواخذہ نہ کرے اور بغیر وصیت کئے خود مردے کے مال میں سے فدیہ دینا جائز نہیں ہے اس طرح اگر تہائی مال سے فدیہ زیادہ ہو جائے تو باوجود وصیت کے بھی زیادہ دینا بغیر رضا مندی سب وارثوں کے جائز نہیں ہاں! اگر سب وارث خوش دلی

سے راضی ہوجائیں تو دونوں صورتوں میں فدیہ دینا درست ہے لیکن نابالغ وارث کی اجازت کا شریعت میں کچھ اعتبار نہیں۔ بالغ وارث اپنا حصہ جدا کر کے اس میں سے دے دیں تو درست ہے۔

مسئلہ ٦: اگر کسی کی نمازیں قضا ہوگئی ہوں اور وصیت کر کے مرگئی کہ میری نمازوں کے بدلے میں فدیہ دے دینا اس کا بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ ۷: ہر وقت کی نماز کا اتنا ہی فدیہ ہے جتنا ایک روزے کا فدیہ ہے اس حساب سے دن رات کے پانچ فرض اور ایک وتر چھ نمازوں کی طرف سے ایک چھٹا نگ کم پونے گیارہ سیر دے مگر احتیاطاً پورے بارہ سیر دے۔ (قیمت کا اندازہ اپنے اپنے علاقے کے اعتبار سے لگائیں کیونکہ ہر علاقے میں نرخ متفاوت ہوتے ہیں مزید اپنے علاقے کے علماء اور مفتیان کرام سے اس مسئلہ کو خوب سمجھ لے۔

مسئلہ ۸: کسی کے ذمے زکوۃ باقی ہے ابھی ادا نہیں کی تو وصیت کر جانے سے اس کا بھی ادا کر دینا وارثوں پر واجب ہے، اگر وصیت نہیں کی اور وارثوں نے اپنی خوشی سے دے دی تو زکوۃ ادا نہیں ہوئی۔

مسئلہ ۹: اگر ولی مردے کی طرف سے قضاء روزے رکھ لے یا اس کی طرف سے قضا نمازیں پڑھ لے تو یہ درست نہیں یعنی اس کے ذمہ سے نہ اتریں گی۔

مسئلہ ۱۰: بغیر کسی وجہ کے رمضان کا روزہ چھوڑ دینا درست نہیں اور بڑا گناہ ہے یہ نہ سمجھے کہ اس کے بدلے ایک روزہ قضا رکھ لوں گی کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ رمضان کے ایک روزے کے بدلے میں اگر سال بھر برابر روزے رکھتی رہے تب بھی اتنا ثواب نہ ملے گا جتنا رمضان میں ایک روزے کا ثواب ملتا ہے۔

مسئلہ ۱۱: اگر کسی نے شامت اعمال سے روزہ نہ رکھا تو اور لوگوں کے سامنے کچھ کھائے نہ پیے نہ

یہ ظاہر کرے کہ آج میرا روزہ نہیں ہے اس لیے کہ گناہ کر کے اس کو ظاہر کرنا بھی گناہ ہے۔ اگر سب سے کہہ دے گی تو دہرا گناہ ہوگا ایک تو روزہ نہ رکھنے کا دوسرا گناہ ظاہر کرنے کا۔ یہ جو مشہور ہے کہ ''خدا کی چوری نہیں تو بندے کی کیا چوری؟'' یہ غلط بات ہے بلکہ جو کسی عذر سے روزہ نہ رکھے اس کو بھی مناسب ہے کہ سب کے روبرو نہ کھائے۔

مسئلہ ۱۲: جب لڑکا یا لڑکی روزہ رکھنے کے لائق ہو جائیں تو ان کو بھی روزہ کا حکم کریں اور جب دس برس کی عمر ہو جائیں تو مار کر روزہ رکھوائیں اگر سارے روزے نہ رکھ سکے تو جتنے رکھ سکے رکھوائیں۔

مسئلہ ۱۳: اگر نابالغ لڑکا لڑکی روزہ رکھ کر توڑ ڈالے تو اس کی قضا نہ رکھوائیں البتہ اگر نماز کی نیت کر کے توڑ دے تو اس کو دوبارہ پڑھوائیں۔

روزہ میں انجکشن لگوانے کا حکم

روزے کی حالت میں انجکشن لگوانا جائز ہے، خواہ رگ میں لگوایا جائے یا گوشت میں؛ کیوں کہ انجکشن کے ذریعہ جو دوا بدن میں پہنچائی جاتی ہے وہ اصلی راستوں (Opening) سے نہیں، بلکہ رگوں یا مسامات کے ذریعہ بدن میں جاتی ہے، جب کہ روزہ فاسد ہونے کے لیے ضروری ہے کے بدن کے اصلی راستوں سے کوئی چیز معدے یا دماغ تک پہنچے اور انجکشن میں ایسا نہیں ہوتا، لہٰذا آپ دوران روزہ انجکشن لگوا سکتے ہیں۔ یہی حکم ڈرپ کا بھی ہے، یعنی روزے کی حالت میں ڈرپ لگانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ (مسائل روزہ، ص/32)

اگر کوئی روزہ کی حالت میں خون کا عطیہ دے تو کیا روزہ ٹوٹ جائے گا؟

بوقت ضرورت روزہ کی حالت میں خون کا عطیہ دینا یا خون چڑھانا دونوں جائز ہیں، اس

سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اگر خون دینے سے پہلے روزہ قصداً توڑ دیا تو اس کے کفارہ میں اسے 60 روزے لگاتار رکھنا واجب ہو جائیں گے۔ اور ایک روزہ کی قضا بھی کرنی ہوگی۔

روزے کی حالت میں انجکشن لگوانا اور ڈراپ آنکھوں میں اور کانوں اور ناک میں ڈالنا کیسا ہے؟

روزے کی حالت میں انجکشن لگوانا جائز ہے، اس سے روزے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ البتہ اگر کوئی طاقت کا انجکشن اس لیے لگائے کہ روزہ محسوس نہ ہو تو یہ مکروہ ہوگا، تاہم روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

روزے کے دوران آنکھ میں دوائی ڈالنے یا لگانے کی ضرورت ہو تو دوائی ڈالنا یا لگانا جائز ہے، اس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

کان میں دوا ڈالی اور وہ پردے کے اندر چلی گئی تو روزہ فاسد ہو جاتا ہے، فقہاءِ کرام کی تصریحات کے مطابق کان میں ڈالی ہوئی دوا دماغ میں براہِ راست یا بابواسطہ معدہ میں پہنچ جاتی ہے، جس سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔

اسی طرح ناک میں ڈراپ ڈالنے (جب وہ ناک کی نرم ہڈی سے اوپر چلے جائیں) یا اسپرے کرنے سے بھی روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔ (رمضان المبارک کے مسائل، ص/88)

روزے کی حالت میں آنکھ میں دوا ڈالنے کے سلسلے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ احناف کے نزدیک اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، چاہے دوا کا اثر حلق میں محسوس ہو۔ شوافع کی بھی یہی رائے ہے۔ لیکن مالکیہ اور حنابلہ کی رائے ہے کہ اگر دوا کا اثر حلق میں ظاہر ہو جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (الموسوعۃ الفقہیۃ، کویت، ۲۸ / ۷۲)

بین الاقوامی اسلامی فقہ اکیڈمی جدہ نے اپنے دسویں اجلاس منعقدہ جدہ ۱۹۹۷ء میں 'علاج معالجہ کے میدان میں روزہ توڑنے والی چیزیں' کے موضوع پر جو قراردادیں منظور کی تھیں ان میں سے ایک قرارداد یہ بھی تھی: ''آنکھ میں ٹپکانے والی دوا، کان میں ٹپکانے والی دوا، کان دھونے والی دوا،

ناک میں ٹپکانے والی دوا، ناک میں پچکاری سے دی جانے والی دوا سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، اگر جو کچھ حلق میں پہنچے اسے نگلنے سے اجتناب کیا جائے''۔ساتھ ہی یہ بھی سفارش کی گئی تھی کہ ''مریض کو چاہیے کہ علاج کی مذکورہ بالا صورتوں میں سے جن کو افطار کے بعد تک مؤخر کرنے میں کوئی ضرر نہ پہنچے، انھیں افطار کے بعد تک مؤخر کردے''۔ (جدید فقہی مسائل اور ان کا مجوزہ حل، طبع کراچی، ۲۰۰۶ء، ص ۲۵۳، ۲۵۵)

کیا روزے کی حالت میں سر میں تیل اور آنکھوں میں سرمہ یا کاجل لگا سکتے ہیں؟ روزے کی حالت میں جسم میں درد ہونے کی صورت میں تیل یا کسی بام سے مساج کر سکتے ہیں؟

روزے کی حالت میں سر میں تیل اور آنکھوں میں سرمہ یا کاجل لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اسی طرح بحالتِ روزہ جسم پر تیل یا بام سے مساج کرنے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (ردالمحتار 2/367)

کیا روزے کی حالت میں کسی شخص کو خون دیا جا سکتا ہے؟

روزے کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پچھنہ لگوانا ثابت ہے۔حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں: اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ اِحۡتَجَمَ وَھُوَ صَائِمٌ۔ (بخاری: ۱۹۳۸، مسلم: ۱۲۰۲)

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنہ لگوانا، جب کہ آپؐ روزہ سے تھے''۔

پچھنہ لگوانے کو عربی میں 'حجامۃ' کہا جاتا ہے۔یہ ایک طبی عمل ہے، جس کے ذریعے جسم کے بعض مخصوص مقامات سے خون نکلوایا جاتا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ جسم سے خون نکلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔اس لئے دورانِ روزہ جسم سے خون نکلوایا جا سکتا ہے، خواہ ٹیسٹ کروانے کے لئے یا کسی مریض کو دینے کے لیے۔البتہ اگر خون نکلوانے سے بہت زیادہ ضعف پیدا ہو جانے کا امکان ہو اور اندیشہ ہو کہ روزہ خطرے میں پڑ جائے گا تو اس سے بچنا چاہیے اور دن میں دورانِ روزہ خون نکلوانے کے بجائے افطار کے بعد نکلوانا چاہیے۔مشہور صحابی رسولؐ حضرت انس بن مالکؓ سے کسی نے

دریافت کیا: کیا آپ لوگ عہد نبویؐ میں روزہ دار کے لئے پچھنہ لگوانا مکروہ سمجھتے تھے۔ انھوں نے جواب دیا: نہیں، الّا یہ کہ کمزوری کا اندیشہ ہو۔ (بخاری: ۱۹۴۰)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ پہلے دورانِ روزہ دن میں پچھنہ لگوایا کرتے تھے، مگر پھر بعد میں ترک کردیا اور صرف رات میں پچھنہ لگوانے لگے۔

(بخاری، کتاب الصوم، باب الحجامۃ)

سفر میں روزہ

ماہ رمضان کے روزوں کی فرضیت کا اعلان کرنے کے ساتھ ہی سفر میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

أَيَّاماً مَّعْدُودٰتٍ فَمَن كَانَ مِنكُمْ مَرِيْضاً أَوْ عَلىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ۔ (البقرۃ: ۱۸۴)

'چند مقررہ دنوں کے روزے ہیں، اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو تو دوسرے دنوں میں اتنی ہی تعداد پوری کرلے'۔

اس آیت میں رمضان کے دنوں میں روزہ نہ رکھنے اور دوسرے دنوں میں ان کی قضا کرنے کی اجازت مشقت اور پریشانی سے متعلق نہیں کی گئی ہے کہ اگر مشقت ہو تو روزہ نہ رکھو، مشقت نہ ہو تو روزہ رکھو، بلکہ اس اجازت کو سفر سے متعلق کیا گیا ہے۔ اس لئے سفر چاہے پُرمشقت ہو یا آرام دہ، آدمی اس سہولت سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اس میں کوئی برائی نہیں ہے اور یہ تقویٰ و پرہیزگاری کے بھی خلاف نہیں ہے۔

سفر میں روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کے سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات اور ہدایات دونوں طرح کی ملتی ہیں۔ بعض اسفار میں آپؐ نے کچھ دن روزہ رکھا، اس کے بعد ترک

کر دیا اور صحابہ کو یہ بتانے کے لئے کہ آپؐ روزہ سے نہیں ہیں، آپؐ نے دودھ کا پیالہ منگوایا اور سب کے سامنے اسے نوش فرمایا۔ (مسلم: ۱۱۱۴)

ایک سفر میں کچھ لوگ روزے سے تھے اور کچھ روزے سے نہیں تھے۔ پڑاؤ پر پہنچے تو روزہ دار نڈھال ہوکر لیٹ گئے اور جو روزے سے نہیں تھے انھوں نے خیمے لگائے اور دوسرے کام انجام دیئے۔ آپؐ نے روزہ داروں کے مقابلے میں غیر روزہ داروں کی تعریف و تحسین فرمائی۔ (بخاری: ۲۸۹۰، مسلم: ۱۱۱۹)

ایک موقع پر آپؐ نے دیکھا کہ ایک بزرگ بڑے نڈھال سے ہیں، لوگوں نے ان پر سایہ کر رکھا ہے۔ آپؐ نے دریافت فرمایا: انہیں کیا ہوگیا ہے؟ آپؐ کو بتایا گیا کہ یہ روزے سے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: ''سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی کا کام نہیں ہے''۔ (بخاری: ۱۹۴۶، مسلم: ۱۱۱۵)

دوسری طرف ایسی روایات بھی ملتی ہیں کہ سفر میں آپؐ نے بھی روزہ رکھا ہے اور صحابہ کرامؓ نے بھی۔ حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کرتے تھے۔ کچھ لوگ روزہ رکھتے تھے اور کچھ نہیں رکھتے تھے، لیکن کوئی کسی کو ملامت نہیں کرتا تھا''۔ (بخاری: ۱۹۴۷، مسلم: ۱۱۱۸)

حضرت ابوسعید الخذریؓ فرماتے ہیں کہ ''ہم نے بارہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسے سفر کیے ہیں کہ آپؐ بھی روزہ رکھتے تھے اور ہم بھی''۔ (مسلم: ۱۱۲۰)

حضرت حمزہ بن عمرو اسلمیؓ نے ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: ''اے اللہ کے رسولؐ، میں اکثر سفر پر رہتا ہوں۔ بسا اوقات دوران سفر رمضان آجاتا ہے۔ میں نوجوان ہوں، روزہ رکھ سکتا ہوں۔ مجھے یہ آسان معلوم ہوتا ہے کہ دورانِ سفر روزہ رکھ لوں، اس کے مقابلے میں کہ نہ رکھوں اور بعد میں مجھے اس کی قضا کرنی پڑے۔ اس صورت حال میں میرا روزہ رکھنا بہتر ہے یا نہ رکھنا؟ آپؐ نے فرمایا۔

اِن شِئْتَ فَصُمْ وَ اِن شِئْتَ فَافطِرْ۔ (ابوداؤد: ۲۴۰۳)

''چاہوتو روزہ رکھواور چاہوتو نہ رکھو''۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ سفر میں آدمی کو اختیار ہے۔ چاہے روزہ رکھ لے، چاہے نہ رکھے اور بعد میں اس کی قضا کرے۔

روزے کی حالت میں انیمہ لگانا

روزے کی حالت میں انیمہ کرانے سے روزہ فاسد ہوجائے گا، قضا لازم ہوگی کفارہ لازم نہ ہوگا۔ (کتاب الصوم، ۱/ ۱۰۳، ط: دارالکتب العلمیہ)

فائدہ: انیمہ ایک ڈبا ہوتا ہے اور اس میں پائپ لگی ہوتی ہے اس ڈبے میں پانی بھرا جاتا ہے اور اس پائپ کے ذریعے پانی پاخانہ کے راستے سے پیٹ کے اندر ڈالا جاتا ہے۔

روزہ کی حالت میں معمولی آپریشن

روزے کی حالت میں آپریشن کرانا مفسد صوم نہیں ہے، بشرطیکہ معتاد راستے سے کوئی چیز اندر نہ جائے۔

رمضان المبارک میں رات کے وقت میاں بیوی کا ہمبستری کرنا

رمضان المبارک میں دن کے وقت روزے کی حالت میں میاں بیوی کا ہمبستری کرنا منع ہے، البتہ غروب آفتاب کے بعد سے سحری کا وقت ختم ہونے سے پہلے تک میاں بیوی کا ازدواجی تعلقات قائم کرنا جائز ہے۔

واضح رہے کہ رمضان المبارک میں روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے ہمبستری کرنے سے روزہ فاسد ہوجائے گا، سچے دل سے توبہ واستغفار لازم ہونے کے ساتھ ساتھ قضا اور کفارہ دونوں لازم ہوں گے، یعنی ایک روزہ بطورِ قضا رکھنے کے ساتھ ایک روزے کے کفارے میں

ساٹھ روزے مسلسل رکھنے واجب ہوں گے، لیکن اگر مسلسل ساٹھ روزے رکھنے کی طاقت نہ ہو، تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا واجب ہوگا۔

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ عَلِمَ اللهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللهُ لَكُمْ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ تِلْكَ حُدُودُ اللهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ۔ (سورہ بقرہ، آیت 187)

اعتکاف کیسے کیا جائے؟

رمضان شریف کی بیسویں تاریخ کے دن سورج غروب ہونے سے ذرا پہلے رمضان کی انتیس یا تیس تاریخ یعنی جس دن عید کا چاند نظر آئے اس تاریخ کے سورج غروب ہونے تک اپنے گھر میں جہاں نماز پڑھنے کے لیے جگہ مقرر کر رکھی ہو اس جگہ پر پابندی سے جم کر بیٹھے اس کو ''اعتکاف'' کہتے ہیں اس کا بڑا ثواب ہے اگر اعتکاف شروع کرے تو فقط پیشاب پاخانہ یا کھانے پینے کی ناچاری سے تو وہاں سے اٹھنا درست ہے اور اگر کوئی کھانا پانی دینے والا ہو تو اس کے لیے بھی نہ اٹھے۔ ہر وقت اسی جگہ رہے اور وہیں سوے اور بہتر یہ ہے کہ بیکار نہ رہے قرآن پڑھتی رہے نفلیں اور تسبیحات جو توفیق ہو اس میں لگی رہے اور اگر حیض یا نفاس آجاوے تو اعتکاف چھوڑ دے اس میں درست نہیں اور اعتکاف میں مرد سے ہمبستر ہونا لپٹنا چمٹنا بھی درست نہیں۔ (اعتکاف کی اہمیت، ص/110)

تراویح کے فضائل و مسائل

رمضان شریف کا مہینہ عالمِ روحانیت کا موسم بہار ہے۔ دن کو فرض روزہ رکھنا اور رات

کوسنت تراویح ادا کرنا اس مبارک مہینہ کی مخصوص عبادات ہیں۔حدیث مبارک میں ارشاد ہے:

شَهْرٌ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهٗ وَسَنَنْتُ لَكُمْ قِيَامَهٗ۔ (سنن ابن ماجۃ:ص94،باب ماجاء فی قیام شہر رمضان)

ترجمہ:اس مہینہ کے روزے اللہ تعالیٰ نے تم پر فرض فرمائے ہیں اور میں نے اس کے قیام(تراویح) کوتمہارے لیے سنت قرار دیا ہے۔

اس ماہِ مبارک کی برکات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس میں ایک نفل کا ثواب فرض کے برابراورایک فرض کا ثواب ستر فرائض کے برابر کردیا جاتا ہے۔(مشکوۃ المصابیح:ج1، ص173)

اس لیے ان مبارک گھڑیوں کوغنیمت سمجھا جائے اورایک لمحہ بھی ضائع نہیں ہونے دینا چاہیے شائدآئندہ ہمیں یہ مقدس گھڑیاں نصیب ہوں یا نہ ہو۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ شَدَّ مِئْزَرَهٗ ، ثُمَّ لَمْ يَأْتِ فِرَاشَهٗ حَتّٰى يَنْسَلِخَ۔(شعب الایمان للبیہقی:ج3،ص310)

ترجمہ:جب رمضان کا مہینہ آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کمر کَس لیتے اوراپنے بستر پرتشریف نہ لاتے، یہاں تک کہ رمضان گزر جاتا۔

لیکن جب رمضان کی آخری دس راتیں آتیں تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مَا لَا يَجْتَهِدُ فِي غَيْرِهَا۔

(صحیح مسلم:ج1،ص372،باب الاجتہاد فی العشر الاواخرالخ)

ترجمہ:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری دس دنوں میں جوکوشش فرماتے وہ باقی دنوں میں نہ فرماتے تھے۔

نیز امت کوبھی اس مہینے میں عبادت کی ترغیب دیتے تھے۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

روایت فرماتے ہیں: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔ (صحیح بخاری: ج1، ص10، باب تطوع قیام رمضان من الایمان)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے رمضان میں ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے تراویح پڑھی تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں خود بھی بکثرت عبادت فرماتے تھے اور امت کو بھی بکثرت عبادت کی ترغیب دیتے تھے۔ اس لیے اس ماہ میں زیادہ سے زیادہ جتنی عبادت ہو سکے پوری ہمت اور کوشش سے کرنی چاہیے۔

قیام رمضان

قیام رمضان (تراویح) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیس رکعت فرمایا۔ اسی پر حضرات خلفاء راشدین میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، ائمہ مجتہدین و حضرات مشائخ رحمہم اللہ عمل پیرا رہے، بلاد اسلامیہ میں چودہ سو سال سے اسی پر عمل ہوتا رہا ہے اور امت کا اسی پر اجماع ہے۔ آنے والے سطور میں اس کی وضاحت آ رہی ہے۔

لفظ تراویح

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَالتَّرَاوِيحُ جَمْعُ تَرْوِيحَةٍ وَهِيَ الْمَرَّةُ الْوَاحِدَةُ مِنَ الرَّاحَةِ كَتَسْلِيمَةٍ مِنَ السَّلَامِ۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری ج4 ص317)

ترجمہ: تراویح "ترویحہ" کی جمع ہے اور ترویحہ ایک دفعہ آرام کرنے کو کہتے ہیں، جیسے "تسلیمہ" ایک دفعہ سلام کرنے کو کہتے ہیں۔

تراویح کسے کہتے ہیں؟

"ترویحہ" وہ نشست ہے جس میں کچھ راحت لی جائے۔ چونکہ تراویح کی چار رکعتوں پر سلام پھیرنے کے بعد کچھ دیر راحت لی جاتی ہے، اس لیے تراویح کی چار رکعت کو ایک "ترویحہ" کہا جانے لگا اور چونکہ پوری تراویح میں پانچ ترویحے ہیں، اس لیے پانچوں کا مجموعہ "تراویح" کہلاتا ہے۔

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سُمِّیَتِ الصَّلٰوۃُ فِی الْجَمَاعَةِ فِی لَیَالِی رَمَضَانَ التَّرَاوِیْحَ ؛ لِاَنَّهُمْ اَول مااجتمعوا علیها کانوا یستریحون بین کل تسلیمتین۔ (فتح الباری شرح صحیح البخاری: ج4،ص317)

ترجمہ: جو نماز رمضان کی راتوں میں باجماعت ادا کی جاتی ہے اس کا نام "تراویح" رکھا گیا ہے، اس لیے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہ پہلی بار اس نماز پر مجتمع ہوئے تو وہ ہر دو سلام (چار رکعتوں) کے بعد آرام کیا کرتے تھے۔

تراویح سنت مؤکدہ ہے

حضور علیہ السلام نے قیام رمضان کو سنت قرار دیا ہے جیسا کہ ابھی باحوالہ گزرا ہے۔ آپ علیہ السلام کے بعد حضرات خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی اس پر مواظبت فرمائی جیسا کہ ہم اس کا بیان کریں گے، اور یہی مواظبت دلیل ہے کہ تراویح سنت مؤکدہ ہے۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں:

فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِی وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِیِّینَ الرَّاشِدِینَ تَمَسَّکُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَیْهَا بِالنَّوَاجِذِ۔

(سنن ابی داود: ج2،ص290، باب فی لزوم السنۃ)

ترجمہ: تم میری سنت کواور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین (رضی اللہ عنہم) کی سنت کو اپنے اوپر لازم پکڑ و اور اسے مضبوطی سے تھام لو۔

اس حدیث مبارک میں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنت پر لفظ ''علیکم'' (تم پر لازم ہے) اور عضوا علیھا بالنواجذ (مضبوطی سے تھام لو) سے عمل کرنے کی تاکید فرمائی اسی طرح حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت پر بھی عمل کرنے کی تاکید فرمائی جو کہ تراویح کے سنت موکدہ ہونے کی دلیل ہے۔

تراویح کی رکعات کا مسئلہ

تراویح کی 20 رکعات ہیں، چند احادیث درج ذیل ہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ : أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً وَالْوِتْرَ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ج2 ص284 باب کم یصلي في رَمَضَانَ مِنْ رَكْعَةٍ. المعجم الکبیر للطبرانی ج5 ص433 رقم 11934، المنتخب من مسند عبد بن حمید ص218 رقم 653)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعت (تراویح) اور وتر پڑھتے تھے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللهِ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِيْ رَمَضَانَ فَصَلَّى النَّاسَ اَرْبَعَةً وَّعِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَاَوْتَرَ بِثَلَاثَةٍ۔ (تاریخ جرجان للسہمی ص317، فی نسخۃ 142)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں ایک رات تشریف لائے اور لوگوں کو چار (فرض) بیس رکعت (تراویح) اور تین وتر پڑھائے۔

عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ اَمَرَ اُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ اَنْ يُّصَلِّيَ بِاللَّيْلِ فِيْ رَمْضَانَ فَصَلّٰى بِهِمْ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً۔ (مسند احمد بن منیع بحوالہ اتحاف الخیرۃ المہرۃ ج2 ص424)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے حکم دیا کہ میں رمضان شریف کی راتوں میں نماز (تراویح) پڑھاؤ تو میں نے لوگوں کو بیس رکعات نماز (تراویح) پڑھائی۔

عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: كَانُوْا يَقُومُونَ عَلٰى عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً وَكَانُوْا يَقْرَءُوْنَ بِالْمِئِينِ، وَكَانُوْا يَتَوَكَّؤنَ عَلَى عُصِيِّهِمْ فِي عَهْدِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ شِدَّةِ الْقِيَامِ۔

(السنن الكبرى للبيهقي ج2 ص496 باب مَارُوِيَ فِي عَدَدِ رَكَعَاتِ الْقِيَامِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ)

کیا بعض ائمہ احناف آٹھ تراویح کے قائل تھے؟

آج کل بعض غیر مقلدین کی طرف سے یہ سننے میں آرہا ہے کہ بعض حنفی علماء بھی آٹھ رکعات تراویح کے قائل تھے اور ان قائلین میں بڑے بڑے حضرات علماء ہیں مثلا: امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ، امام ابن ہمام رحمہ اللہ، علامہ ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ، امام طحاوی رحمہ اللہ، ملا علی قاری رحمہ اللہ، علامہ عبدالحئ لکھنوی رحمہ اللہ، علامہ سیوطی رحمہ اللہ، علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ وغیرہ یہ تمام حضرات آٹھ رکعات تراویح کے قائل تھے اور بطور دلائل کے یہ حوالہ جات پیش کرتے ہیں۔

مثلا امام ابوحنیفہ کے متعلق یہ حوالہ دیتے ہیں:

عن ابی حنیفة رحمه الله عن ابی جعفر ان صلوة النبی صلی الله علیه و سلم باللیل کانت ثلث عشرة رکعةً منهن ثلاث رکعات الوتر و رکعتا الفجر۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ: ابوجعفر سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تیرہ رکعتیں ہوا کرتی تھی جس میں تین وتر اور دو فجر کی سنتیں شامل تھیں۔ (مسند امام اعظم ص187 باب التہجد)

امام ابن ہمام کے بارے میں کہتے ہیں:

امام ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ نے ام المومنین رضی اللہ عنہا والی حدیث سے نتیجہ نکالا ہے: فتحصل من ہذا کلہ قیام رمضان سنتہ احدی عشر رکعۃً بالوتر فعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (فتح القدیر شرح ہدایہ ج1 ص334 طبع مصر)

حاصل بحث یہ ہے کہ نماز تراویح وتر سمیت گیارہ رکعات ہی سنت ہے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی قدر نماز تراویح ادا کی۔

قال ابن همام ان ثمانية ركعات سنة مؤكدة۔ (العرف الشذی ج1 ص166)

علامہ ابن نجیم حنفی: ابن نجیم المصری حنفی اپنی کتاب "بحر الرائق" میں فرماتے ہیں:

وقد ثبت ان ذٰلک کان احدی عشرۃ رکعۃ بالوتر کما ثبت فی الصحیحین من حدیث عائشۃ فیکون المسنون علی اصول مشائخنا ثمانیۃ منھا۔ (بحر الرائق ج2 ص66)

ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اعلم انہ لم یوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فی التراویح عدداً معینا بل لا یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدیٰ عشرۃ رکعۃً۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ)

علامہ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قیامہ باللیل ھو وترہ یصلی باللیل فی رمضان وغیرہ احدی عشر رکعۃً۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لم یثبت انہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی عشرین رکعۃ والوجہ الثانی انہ قد ثبت فی صحیح البخاری وغیرہ ان عائشۃ سئلت عن قیام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان فقالت ما کان یزید رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ۔ (المصابیح فی الصلوۃ التراویح ص603)

مولانا عبدالحئ لکھنوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

آٹھ رکعتیں اور تین رکعات وتر با جماعت حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تین راتوں سے زیادہ منقول نہیں اس لئے کہ امت پر نماز تراویح فرض نہ ہو جائے۔ (مجموعہ فتاوی ج 1 ص 354)

سید محمد انور شاہ کشمیری حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہی ثابت ہے کہ حضور کی تراویح آٹھ رکعات ہے: ولا مناص من تسلیم ان تراویحه علیه السلام کانت ثمانیة رکعات۔ (العرف الشذی ج 1 ص 166، 101)

یہ وہ مذکورہ حوالاجات ہیں جن کے پیش نظر کہتے ہیں کہ حنفی علماء بھی آٹھ رکعات تراویح کے قائل تھے۔ مذکرہ بالا حوالوں کی روشنی میں وضاحت طلب مسئلہ یہ ہے کہ کیا واقعی ان حضرات کا یہی موقف تھا جو اوپر بیان ہوا۔

امام اعظم ابو حنیفہ کا مسلک:

مسند امام اعظم سے جو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث نقل کی ہے وہ تہجد کے متعلق ہے نہ کہ تراویح کے۔ خود حدیث میں صلوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل کے الفاظ موجود ہیں جن کا معنیٰ ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز تیرہ رکعات ہوتی تھی اور رات کی نماز سے مراد تہجد ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد تیرہ رکعات ہوتی تھی وتر بھی اس میں شامل ہوتے تھے۔

حدیث مبارک میں لفظ صلوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل اس بات کی واضح دلیل ہے کہ امام صاحب تو نماز تہجد کی رکعات ثابت کر رہے ہیں نہ کہ نماز تراویح کی۔

مناسب ہے کہ آپ کے سامنے امام صاحب رحمہ اللہ کا مسلک بھی نقل کر دیا جائے تاکہ بات کھل کر سامنے آجائے۔ کتاب الآثار لابی یوسف میں روایت موجود ہے۔ ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم ان الناس کانو ایصلون خمس ترویحات فی رمضان۔

ترجمہ: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ حماد سے وہ ابراھیم سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک لوگ رمضان میں پانچ ترویحے یعنی بیس رکعات پڑھاتے۔

فتاوی قاضی خان میں ہے: التراویح سنة مؤکدة للرجال والنساء توارثها الخلف عن السلف من لدن تاریخ رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم الیٰ یومنا وھٰکذا رویٰ الحسن عن ابی حنیفة رحمه اللہ انها سنة لاینبغی ترکها۔ وقد واظب علیها الخلفاء الراشدون رضی اللہ عنهم وقال علیه السلام علیکم بسنتی وسنة الخلفاء من بعدی۔ (فتاویٰ قاضی خان برحاشیہ فتاویٰ عالمگیریہ ج1 ص332)

ترجمہ: نماز تراویح مردوں اور عورتوں کے لیے سنت مؤکدہ ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے لے کر آج تک ہر دور کے اخلاف (بعد والوں (نے اپنے اسلاف) پہلے والوں سے اس کو توارث سے پایا ہے اور اسی طرح حسن رحمہ اللہ نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ بے شک تراویح سنت ہے اس کو چھوڑنا، نامناسب ہے، پھر لکھتے ہیں:

مقدار التراویح عند اصحابنا والشافعی رحمه اللہ ما رویٰ الحسن عن ابی حنیفة رحمه اللہ قال القیام فی شهر رمضان سنة لاینبغی ترکها یصلی اهل کل مسجد فی مسجدهم کل لیلة سوی الوتر عشرین رکعة خمس ترویحات بعشر تسلیمات یسلم فی کل رکعتین۔ (فتاویٰ قاضی خان ص234)

ترجمہ: تراویح کی مقدار ہمارے اصحاب وامام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک وہ ہے جو حسن رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کی ہے فرمایا قیام رمضان) تراویح (سنت ہے اس کو ترک کرنا، نامناسب ہے۔ ہر مسجد والے اپنی مسجد میں ہر رات وتروں کے علاوہ بیس رکعات تراویح پڑھیں۔ پانچ ترویحے۔ دس سلاموں کے ساتھ اور ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیر دیں۔

بدایة المجتهد میں ہے: فاختار مالک فی احد قولیه وابو حنیفة والشافعی واحمد وداؤد رحمهم اللہ القیام بعشرین رکعة سوی الوتر۔ (بدایۃ المجتہد ج1 ص210)

ترجمہ: امام مالک رحمہ اللہ نے اپنے دو قولوں میں سے ایک میں اور امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد اور داؤد ظاہری نے بیس رکعات تراویح کا قیام پسند کیا ہے، سوائے وتر کے۔

رحمۃ الامۃ میں ہے: **فالمسنون عند ابی حنیفۃ والشافعی و احمد رحمھم اللہ عشرون رکعۃً۔** (رحمۃ الامۃ ص23)

ترجمہ: امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور احمد رحمہم اللہ کے نزدیک مسنون تراویح بیس رکعات ہیں۔

محترم قارئین! فقہ حنفیہ کے تمام متون اور شروحات میں التراویح عشرون رکعات اور خمس ترویحات کی تصریح موجود ہے لیکن اتنی بڑی تصریحات کے باوجود معترضین کا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نام پر عوام الناس کو دھوکہ دینا اور ان کی طرف آٹھ رکعات تراویح کی جھوٹی نسبت کرنا نہایت تعجب خیز ہے اور حیران کن۔

امام ابن ہمام کا شاذ قول:

محترم قارئین مذکرہ بالا امام ابن ہمام کے قول کی حیثیت شاذ اور مرجوح ہے اور ان کا ذاتی تفرد ہے ہمارے علماء اہل السنت اس کی تصریح بارہا کر چکے ہیں کہ شاذ اور تفرادت کا کوئی اعتبار نہیں چنانچہ امام ابن ہمام رحمہ اللہ کے عظیم شاگرد علامہ قاسم بن قطلو بغا فرماتے ہیں:

لاعبرۃ بابحاث شیخنا یعنی ابن الھمام التی خالفت المنقول یعنی فی المذھب۔

(شامی ج1 ص225)

ترجمہ: ہمارے شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ کی وہ بحثیں جن میں منقول فی المذہب مسائل کی مخالفت ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

باقی معترضین کا یہ کہنا کہ امام ابن ہمام آٹھ رکعات تراویح کے قائل ہیں یہ بات سراسر بددیانتی ہے کیونکہ امام ابن ہمام آٹھ رکعات تراویح کے قائل نہیں بلکہ وہ بھی پوری امت کی طرح بیس رکعات تراویح کے قائل ہیں۔

چنانچہ لکھتے ہیں: **ثم استقر الامر علی العشرین فانہ المتوارث۔** (فتح القدیر ج1 ص407)

یعنی بالآخر تراویح کے مسئلہ نے بیس رکعات پر استقرار پکڑا پس عمل تو ارث کے ساتھ چلا آرہا ہے۔

امام ابن ہمام رحمہ اللہ بیس رکعات تراویح کے ہی قائل ہیں البتہ ان کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل کو مستحب سمجھنا اور تہجد و تراویح کی الگ الگ حدیثوں کو ایک دوسرے کا معارض سمجھنا شاذ، خلافِ اجماع ہے اور تفرد ہے۔

اہل السنت والجماعت کا اصول ہے: وان الحکم والفتیا بالقول المرجوح جھل وخرق للاجماع۔ (درمختار ج1ص31)

یعنی قاضی کا حکم کرنا یا مفتی کا فتویٰ دینا مرجوح قول پر جہالت اور اجماع کی مخالفت ہے۔ یعنی باطل اور حرام ہے۔

امام ابنِ نجیم حنفی کا مسلک:

ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ کے بارے میں بھی معترضین ان کی ایک عبارت سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ آٹھ رکعات تراویح کے قائل تھے حالانکہ امام ابن نجیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قوله عشرون رکعة" بیان لکمیتها وهو قول الجمهور لما فی المؤطا عن یزید بن رومان قال کان الناس یقومون فی زمن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنه بثلاث وعشرین رکعة وعلیه عمل الناس شرقاً وغرباً۔ (البحر الرائق شرح کنز الدقائق ج2ص66)

ترجمہ: مصنف کا قول ہے کہ تراویح بیس رکعات ہے یہ نماز تراویح کے عدد کا بیان ہے کہ وہ بیس رکعات ہے اور یہی جمہور کا قول ہے اس لئے کہ مؤطا امام مالک رحمہ اللہ میں یزید بن رومان رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ 23 رکعات پڑھتے تھے (بیس رکعات تراویح اور تین رکعات وتر) مشرق اور مغرب میں لوگوں کا اسی پر عمل ہے۔

امام طحطاوی کا مسلک:

امام طحطاوی حنفی رحمہ اللہ آٹھ رکعات تراویح کے قائل نہیں بلکہ وہ بھی دوسرے علماء احناف کی طرح بیس کے قائل ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ بیس رکعات تراویح پر توارث کے ساتھ اجماع ہے۔

(طحطاوی ج1 ص468)

ملا علی قاری حنفی کا مسلک:

ملا علی قاری رحمہ اللہ کے نام سے جو عبارت پیش کی گئی وہ عبارت ملا علی قاری رحمہ اللہ کی نہیں بلکہ انہوں نے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ حنفی بذات خود بیس رکعات تراویح کے قائل ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

لکن اجمع الصحابة علی ان التراویح عشرون رکعةً۔

یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بیس رکعات تراویح پر اجماع ہے۔ (مرقاۃ ج3 ص194)

اسی طرح ملا علی قاری رحمہ اللہ نے شرح نقایہ ص 104 میں بھی بیس رکعات تراویح پر اجماع نقل کیا ہے۔

امام سیوطی کا مسلک:

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ بیس رکعات تراویح کے قائل ہیں، چنانچہ امام موصوف؛ علامہ سبکی رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

ومذھبنا ان التراویح عشرون رکعةلما روی البیھقی وغیرہ بالا سناد الصحیح عن السائب بن یزید الصحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کنا نقوم علی عھد عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعشرین رکعةو الوتر۔ (الحاوی للفتاویٰ ج1 ص350)

اور ہمارا مذہب یہ ہے کہ نماز تراویح بیس رکعات ہے اس لیے کہ بیہقی وغیرہ نے صحیح اسناد کے

ساتھ حضرت سائب بن یزید صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم لوگ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں بیس رکعات تراویح اور وتر پڑھتے تھے۔ پھر لکھا ہے: استقر العمل علی ہذا۔ یعنی بالآخر بیس رکعات تراویح پر عمل پختہ ہوا یعنی خلفاء راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیس رکعات پر اتفاق اور اجماع کیا ہے۔

اور پھر بعض لوگ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کو اپنا ہم خیال سمجھ کر ان کی یہ عبارت نقل کر دیتے ہیں: **واما ما رواہ ابن ابی شیبۃ من حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی رمضان عشرین رکعۃً والوتر فاسنادہ ضعیف وقد عارضہ حدیث عائشۃ ھذا الذی فی الصحیحین مع کونھا اعلم بحال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلامن غیرھا واللہ اعلم۔** (فتح الباری ج4 ص319)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ مسئلہ تراویح میں امام شافعی رحمہ اللہ کے سچے پیروکار تھے اور شافعیہ کا بیس رکعات تراویح پر اتفاق چلا آرہا ہے۔

امام موصوف؛ امام رافعی رحمہ اللہ کے واسطے سے نقل کرتے ہیں:

انہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی بالناس عشرین رکعۃ لیلتین فلما کان فی اللیلۃ الثالثۃ اجتمع الناس فلم یخرج الیھم ثم قال من الغد خشیت ان تفرض علیکم فلا تطیقونھا۔

اس کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں "متفق علی صحتہ" اس کی صحت پر تمام محدثین کا اتفاق ہے۔ (تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافع الکبیر ج1 ص540)

معلوم ہوا حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے نزدیک جس روایت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیس رکعات تراویح پڑھنا ثابت ہے اس کی صحت پر محدثین کا اتفاق ہے۔

علامہ عبدالحئی لکھنوی کا مسلک:

آپ کے مجموعہ فتاویٰ سے سوال اور جواب ملاحظہ فرمائیں۔

روایت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا محمول بر نماز تہجد است کہ در رمضان وغیر رمضان یکساں بود وغالباً بعد یازدہ رکعت مع الوتر برسند ودلیل بریں محل آنست کہ راوی ایں حدیث ابوسلمہ است درنیہ ایں حدیث میگوید قالت عائشہ رضی اللہ عنہا فقلت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تنام قبل ان توتر قال یا عائشۃ ان عینی تنامان ولا ینام قلبیکذا رواہ البخاری ومسلم ونماز تراویح درعرف آں وقت قیام رمضان مے گفتند وحد صحاح ستہ بروایات صحیحہ مرفوعہ الی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تعین عدد قیام رمضان مصرح نشدہ این قدر ہست کہقالت عائشہ کان رسول اللہ یجتہد فی رمضان مالا یجتہد فی غیرہ رواہ مسلم لیکن در مصنف ابن ابی شیبہ وسنن بیہقی بروایت ابن عباس وارد شدہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: یصلی فی رمضان جماعۃ بعشرین رکعۃ والوتر و رواہ البیہقی فی سننہ باسناد صحیح عن السائب بن یزید قال کانوا یقومون فی عہد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فی شہر رمضان بعشرین رکعۃ۔ (مجموعہ فتاوی مولانا عبدالحئی لکھنوی رحمہ اللہ ص58,59)

اس عبارت میں وضاحت کے ساتھ مولانا عبدالحئی لکھنوی رحمہ اللہ فرمارہے ہیں کہ بیس رکعات تراویح صحیح اسناد کے ساتھ ثابت ہے اور امی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا والی روایت تہجد پر محمول ہے پھر بھی ان کے نام لے کر یہ کہنا کے وہ آٹھ رکعات تراویح کے قائل تھے بہر حال ہماری سمجھ سے دور ہے۔

مولانا موصوف اپنی ایک اور کتاب میں لکھتے ہیں: ان مجموع عشرین رکعۃ فی التراویح سنۃ موکدۃ لانہ مما واظب علیہ الخلفاء وان لم یواظب علیہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقد سبق ان سنۃ الخلفاء ایضاً لازم الاتباع وتارکھا آثم وان کان اثمہ دون اثم تارک السنۃ النبویۃ فمن اکتفی علی ثمان رکعات یکون مسیئاً لترکہ سنۃ الخلفاء وان شِئت ترتیبہ علی سبیل القیاس فقل عشرون رکعۃ فی التراویح مما واظب علیہ الخلفاء الراشدون وکل ما واظب علیہ الخلفاء سنۃ موکدۃ ثم تضمہ مع ان کل سنۃ موکدۃ یاثم تارکھا فینتبع عشرون رکعۃ یاثم تارکھا و مقدمات ھذا القیاس قد اثبتناھا فی الاصول السابقہ۔ (تحفۃ الاخیار فی احیاء سنۃ سید الابرار ص209)

ترجمہ: تراویح میں بیس رکعات سنت مؤکدہ ہیں اس لئے کہ اس پر خلفائے راشدین نے مداومت کی ہے اگر چہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مداومت نہیں کی اور پہلے بتایا جا چکا ہے کہ خلفاء راشدین کی سنت بھی واجب الاتباع ہے اور اس کا چھوڑنے والا گنہگار ہے اگر چہ اس کا گناہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ترک کرنے والے سے کم ہے لہٰذا جو شخص آٹھ رکعات پر اکتفاء کرے وہ برا کام کرنے والا ہے کیونکہ اس نے خلفا راشدین کی سنت ترک کر دی اگر تم قیاس کے طریقے پر اس کی ترتیب سمجھنا چاہو تو یوں کہو بیس رکعات تراویح پر خلفاء راشدین نے مواظبت کی اور جس پر خلفاء راشدین نے مواظبت کی ہو وہ سنت مؤکدہ ہے لہٰذا بیس رکعات تراویح بھی سنت مؤکدہ ہے پھر اس کے ساتھ یہ بھی ملاؤ کہ سنت مؤکدہ کا تارک گنہگار ہوتا ہے لہٰذا بیس رکعات کا تارک بھی گنہگار ہوگا۔ اس قیاس کے مقدمات ہم اصول سابقہ میں ثابت کر چکے ہیں۔

قارئین! مولانا عبد الحئ لکھنوی رحمہ اللہ تو فرماتے ہیں کہ آٹھ رکعات تراویح پڑھ کر باقی رکعتوں کو چھوڑنے والا گنہگار ہے کیونکہ بیس رکعات تراویح سنت مؤکدہ ہے۔ مولانا عبد الحئ لکھنوی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: فمودی ثمان رکعات یکون تارکا للسنۃ المؤکدہ۔

(حاشیہ ہدایہ ج 1 ص 131 مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

یعنی صرف آٹھ رکعات تراویح ادا کرنے والا سنت مؤکدہ کا تارک) گناہ گار ہے کیونکہ سنت مؤکدہ کو ترک کرنا گناہ ہے۔

علاوہ ازیں علامہ عبد الحئ لکھنوی رحمہ اللہ نے مؤطا امام محمد کے حاشیہ پر لکھا: بیس رکعات تراویح پر اجماع ہے اور نماز تراویح سنت مؤکدہ ہے۔

علامہ انور شاہ کشمیری کا مسلک:

امام العصر خاتم المحدثین علامہ انور شاہ کشمیری خود بیس تراویح کے قائل ہیں اور آٹھ رکعات پڑھنے والے کو سواد اعظم اہل السنت والجماعت سے خارج سمجھتے ہیں۔

چنانچہ فرماتے ہیں: واما من اکتفیٰ بالرکعات الثمانیه وشذ عن السواد الاعظم وحبل یر میهم بالبدعةفلیر عاقبة۔ (فیض الباری شرح صحیح بخاری ج3 ص181)

یعنی جوشخص آٹھ رکعات پر اکتفا کر کے سواد اعظم سے کٹ گیا اور سواد اعظم کو بدعتی کہتا ہے وہ اپنا انجام سوچ لے۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں: لم یقل احد من الائمة الاربعة باقل من عشرین رکعة فی التراویح والیه جمهور الصحابةرضی اللہ عنهم وقال ابن همام ان ثمانیة رکعات سنة مؤکدة وثنتی عشرر رکعةً مستحبة وماقال بهذا احد اقول ان سنة الخلفاء الراشدین ایضاًیکون سنة الشریعة لما فی الاصول ان السنة سنة الخلفاء وسنة علیه السلام وقد صح فی الحدیث علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین فیکون فعل الفاروق الاعظم ایضاسنةً۔۔۔ففی التاتارخانیة سئل ابو یوسف ابا حنفیة رحمه اللہ ان اعلان عمر بعشرین رکعةً هل کان له عهد منه علیه السلام قال ابو حنیفةرحمه اللہ ما کان عمر مبتدعا ای لعله یکون له عهد فدل علی ان عشرین رکعةً لا بدله من ان یکون لها اصل منه علیه السلام۔۔۔واستقر الامر علی عشرین رکعةً۔

(العرف الشذی علی ھامش الترمذی ج1 ص100،99)

ترجمہ: ائمہ اربعہ میں سے کسی نے نہیں کہا کہ نماز تراویح بیس رکعات سے کم ہے اور اسی طرف جمہور صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم گئے ہیں اور ابن ہمام رحمہ اللہ نے جو کہا ہے کہ آٹھ رکعات سنت مؤکدہ ہے اور بارہ رکعات مستحب ہے اور یہ بات کسی اور نے نہیں کہی) یعنی ابن ہمام رحمہ اللہ کا تفرد ہے۔

خلفاء راشدین کی سنت بھی شریعت کی سنت ہے کیونکہ اصول میں ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور خلفاء راشدین کی سنت، سنت ہے اور یہ بات صحیح حدیث میں ہے کہ تم پر میری سنت

اور خلفاء راشدین مھدیین کی سنت لازم ہے، فاروق اعظم کا عمل بھی سنت ہے۔فتاویٰ تا تارخانیہ میں ہے امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو بیس رکعات تراویح کا اعلان کیا ہے کیا انہوں نے اس کا علم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پایا ہے ؟امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ)معاذ اللہ(مبتدع نہیں تھے یعنی شاید ان کے پاس اس کا علم تھا یہ بات دلالت کرتی ہے کہ لامحالہ بیس رکعات تراویح کی اصل خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور تراویح کا استقرار بیس رکعات پر ہے۔

مولانا اشفاق الرحمن کاندھلوی کا مسلک:

مولانا موصوف بیس رکعات تراویح کے قائل ہیں: والظاھر عندی مار حجه ابن عبدالبر لان جل المروایات نص فی انها کانت عشرین رکعۃ۔(کشف الغطاء حاشیہ مؤطا امام مالک ص98)

میرے نزدیک بھی بات وہی ہے جس کو ابن عبدالبر نے ترجیح دی ہے بیس رکعات تراویح کیونکہ بڑی بڑی روایات اس بارے میں واضح ہیں کہ نماز تراویح بیس رکعات ہے۔

مندرجہ بالا دلائل سے یہ معلوم ہوا کہ علمائے اہل السنت والجماعت بالخصوص علمائے احناف کو آٹھ رکعات تراویح کا قائل ماننا سراسر ناانصافی ہے۔تمام علمائے احناف کثر اللہ سوادھم امت مرحومہ کے اجماعیت کو تسلیم کرتے ہوئے 20 رکعات تراویح ہی ادا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں انہیں کے نقش قدم پر چلائے۔

تسبیح تراویح کا مسئلہ

فقہ حنفی کا اصل مسئلہ یہ ہے کہ دو ترویحہ کے درمیان نمازی کو اختیار ہے چاہے تو تسبیح کرے، چاہے حمد وثناء کرے اور اگر چاہے تو سکوت اختیار کرے اور اگلی رکعات کا انتظار کرے۔ چند تصریحات ملاحظہ ہوں:

1: قَوْلُهُ: وَيَجْلِسُ بَيْنَ كُلِّ تَرْوِيحَتَيْنِ مِقْدَارَ تَرْوِيحَةٍ وَذَلِكَ مُسْتَحَبٌّ وَهُمْ بِالْخِيَارِ فِي ذَلِكَ الْجُلُوسِ إنْ شَاءُوا يُسَبِّحُونَ أَوْ يُهَلِّلُونَ أَوْ يَنْتَظِرُونَ سُكُوتًا۔ (الجوہرۃ النیرۃ: ص385)

ترجمہ: تراویح کی چار رکعت کے بعد بیٹھنا: یہ مستحب ہے اور نمازیوں کو اختیار ہے چاہیں تو اس بیٹھنے کے دوران تسبیح کرتے رہیں، لا الہ الا اللہ کا ورد کرتے رہیں یا محض خاموش بیٹھے رہیں۔

والانتظار بين كل ترويحتين مستحب بقدر ترويحة عند أبي حنيفة رحمه الله. وعليه عمل أهل الحرمين، غير أن أهل مكة يطوفون بين كل ترويحتين أسبوعاً، وأهل المدينة يصلون بدل ذلك أربع ركعات، وأهل كل بلدة بالخيار يسبحون أو يهللون أو ينتظرون سكوتاً۔

(المحیط البرہانی: ج2 ص181)

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک چار رکعتوں کے بعد کچھ دیر انتظار مستحب ہے اور اسی پر اہل حرمین شریفین کا عمل ہے، فرق یہ ہے کہ مکہ والے اس دوران سات چکر لگا لیتے اور مدینہ والے اس کے بدلے چار رکعت نفل پڑھ لیتے، باقی ہر شہر والوں کو اختیار ہے چاہیں تو اس بیٹھنے کے دوران تسبیح کرتے رہیں، لا الہ الا اللہ کا ورد کرتے رہیں یا محض خاموش بیٹھے رہیں۔

نوٹ: ہر چار رکعت کے بعد کچھ دیر انتظار و استراحت کرنا یہ محض فقہ حنفی کا مسئلہ نہیں بلکہ یہ خلیفہ راشد کے عمل سے ثابت ہے۔ چنانچہ روایت میں وارد ہے:

حدثنی زید بن علی عن ابیه عن جده عن علی انه امرالذی یصلی بالناس صلاة القیام فی شهر رمضان ان یصلی بهم عشرین رکعة یسلم فی کل رکعتین ویراوح مابین کاربع رکعات فیرجع ذوالحاجة ویتوضأالرجل وان یوتر بهم من آخر اللیل حین الانصراف۔ (مسند الامام زید ص158، 159)

ترجمہ: امام زید رحمہ اللہ اپنے والد امام زین العابدین رحمہ اللہ سے وہ اپنے والد حضرت امام

حسین رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جس امام کو رمضان میں تراویح پڑھانے کا حکم دیا اسے فرمایا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات پڑھائے ہر دو رکعت پر سلام پھیرے، ہر چار رکعت کے بعد اتنا آرام کا وقفہ دے کہ حاجت والا فارغ ہو کر وضو کر لے اور سب سے آخر میں وتر پڑھائے۔

ماقبل کی وضاحت سے معلوم ہو گیا کہ اس دوران کوئی بھی تسبیح پڑھی جا سکتی ہے یا خاموش بیٹھا جا سکتا ہے۔ آج کل جو تسبیح کی جاتی ہے وہ بھی پڑھی جا سکتی ہے بشرطیکہ صرف اسی کو ضروری نہ سمجھا جائے۔ رہا اس کی فضیلت کا سوال تو کتب احادیث میں اس کے الفاظ کا ثبوت اس صورت میں ملتا ہے۔

إن لله بحرا من نور حوله ملائكة من نور على خيل من نور بأيديهم حراب من نور يسبحون حول ذلك البحر سبحان ذى الملك والملكوت سبحان ذى العرش والجبروت سبحان الحى الذى لا يموت سبوح قدوس رب الملائكة والروح فمن قالها فى يوم أو شهر أو سنة مرة أو فى عمره غفر الله له ما تقدم من ذنبه وما تأخر ولو كانت ذنوبه مثل زبد البحر أو مثل رمل عالج أو فر من الزحف (الديلمى عن أنس)۔ (جمع الجوامع أو الجامع الكبير للسيوطي: رقم الحديث 1587)

امام نووی رحمہ اللہ نے اللہم أجرنا من النار کے انکار کرنے والوں کا خوب رد کرتے ہوئے اسے ثابت بالسنۃ مانا ہے۔ (الاذکار للنووی: ص 384)

فائدہ: دعا کے الفاظ میں صیغے کی تبدیلی کی شرعاً گنجائش موجود ہے۔ جیسا کہ تلبیہ کے الفاظ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی معمولی اضافے کا ثبوت کتب حدیث میں ملتا ہے۔

تراویح میں ختمِ قرآن

تراویح میں ایک بار مکمل قرآن کریم ختم کرنا سنت ہے، اس کو چھوڑنے والا تارک سنت کہلائے گا۔ ہاں ایک سے زائد مرتبہ قرآن کریم ختم کرنا باعث سعادت وثواب ہے۔

عَنِ الْحَسَنِ قَالَ مَنْ اَمَّ النَّاسَ فِیْ رَمْضَانَ فَلْیَأْخُذْ بِهِمُ الْیُسْرَ فَاِنْ کَانَ بَطِیْئَ الْقِرَاءَةِ فَلْیَخْتِمِ الْقُرْآنَ خَتْمَةً وَاِنْ کَانَ قِرَاءَةً بَیْنَ ذٰلِکَ، فَخَتْمَةً وَنِصْفاً وَاِنْ کَانَ سَرِیْعَ الْقِرَاءَةِ فَمَرَّتَیْنِ۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ: ج5 ص222 باب فی صلاۃ رمضان)

ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص رمضان میں لوگوں کو نماز تراویح پڑھائے وہ ان سے آسانی کا معاملہ کرے۔ اگر اس کی قرأت آہستہ ہو تو ایک قرآن کریم کا ختم کرے، قرأت کی رفتار درمیانی ہو تو ڈیڑھ اور اگر تیز قرأت کر سکتا ہو تو پھر دو بار قرآن کا ختم کرے۔

قَالَ الْاِمَامُ الْفَقِیْهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِیٍّ الْحَصْکَفِیُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: (وَالْخَتْمُ) مَرَّةً سُنَّةٌ وَمَرَّتَیْنِ فَضِیْلَةٌ وَثَلَاثًا اَفْضَلُ (وَلَا یُتْرَکُ) الْخَتَمُ لِکَسْلِ الْقَوْمِ۔

(الدر المختار للحصکفی: ج2 ص601 کتاب الصلاۃ، مبحث صلاۃ التراویح)

ترجمہ: امام محمد بن علی الحصکفی فرماتے ہیں: تراویح میں ایک بار قرآن مجید ختم کرنا سنت، دو بار فضیلت اور تین بار افضل ہے، قوم کی سستی کی وجہ سے چھوڑا نہ جائے۔

اَلسُّنَّةُ فِی التَّرَاوِیْحِ اِنَّمَا هُوَ الْخَتْمُ مَرَّةً فَلَا یُتْرَکُ لِکَسْلِ الْقَوْمِ۔ (فتاوی عالمگیریہ ج1 ص130 فصل فی التراویح)

ترجمہ: تراویح میں ایک بار ختم قرآن کرنا سنت ہے، لوگوں کی سستی کی وجہ سے ترک نہ کیا جائے۔

تراویح میں قرآن مجید دیکھ کر پڑھنے کا مسئلہ

تراویح میں قرآن پاک دیکھ کر پڑھنا جائز نہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: نَهَانَا أَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنْ نَؤُمَّ النَّاسَ فِي الْمُصْحَفِ۔ (کتاب المصاحف لابن ابی داود: ص711 باب ہل یؤم القرآن)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں منع فرمایا کہ ہم امام بن کر قرآن پاک دیکھ کر پڑھائیں۔

عَنْ مُجَاهِدٍ أَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ أَنْ يَؤُمَّ الرَّجُلُ فِي الْمُصْحَفِ۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ: ج5 ص89 باب من کرہہ [ای الامامۃ بالقراءۃ فی المصحف)

ترجمہ: حضرت مجاہد رحمہ اللہ اس بات کو ناپسند فرماتے تھے کہ آدمی امام بنے اور قرآن دیکھ کر پڑھائے۔

نابالغ کی امامت کا مسئلہ

نابالغ بچے کے پیچھے تراویح ادا کرنا جائز نہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : نَهَانَا أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنْ نَؤُمَّ النَّاسَ فِي الْمُصْحَفِ ، وَ نَهَانَا أَنْ يَؤُمَّنَا إِلَّا الْمُحْتَلِمُ۔ (کتاب المصاحف لابن ابی داؤد: ص711 باب ہل یؤم القرآن فی المصحف)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں منع فرمایا کہ ہم امام بن کر قرآن پاک دیکھ کر پڑھائیں اور ہمیں یہ حکم دیا کہ بالغ امامت کروائیں۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: لَا يَؤُمُّ الْغُلَامُ حَتّٰى تَجِبَ عَلَيْهِ الْحُدُوْدُ۔

(نیل الاوطار للشوکانی: ج3 ص176 باب ماجاء فی امامۃ الصبی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بچہ امامت نہ کرائے جب تک اس قابل نہ ہو جائے کہ اس پر حدود لگ سکیں یعنی بالغ ہو جائے۔

تراویح کی اجرت کا مسئلہ

ہمارے محققین اکابر اور دورِ حاضر کے مستند مفتیان کرام کا فتویٰ یہی ہے کہ تراویح کا معاوضہ

لینا شرعاً جائز نہیں ہے اور رقم طے کر کے تراویح پڑھانا بھی جائز نہیں ہاں اگر لوجہ اللہ تراویح پڑھانے والا کوئی حافظ نہ ملے تو تراویح پڑھانے والے کو ماہ رمضان میں نائب امام بنایا جائے، اس کے ذمے ایک یا دو نماز مقرر کر دی جائے اور معقول تنخواہ طے کر دی جائے۔ اگر پہلے سے وہی امام مقرر ہے اور تراویح بھی اسی نے پڑھانی ہے تو اس کی تنخواہ میں خاطر خواہ اضافہ کر دیا جائے تو جائز ہوگا، کیونکہ امام کی اجرت کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ امام کو چاہیے کہ اللہ کی رضا کی خاطر پڑھائے۔ معاوضہ طے بھی نہ کرے، لینے کی نیت بھی نہ رکھے، تاہم مقتدیوں میں سے کوئی امام صاحب کو ہدیہ دینا چاہے تو امام کے لیے ہدیہ لینے کی گنجائش ہے۔ (تحفۃ القاری، ص/88)

زکوٰۃ کے فضائل ومسائل

دین اسلام میں زکوٰۃ ہر مالدار صاحبِ نصاب پر فرض ہے۔ زکوٰۃ کی معاشرتی حیثیت ایک مکمل اور جامع نظام کی ہے۔ اگر ہر صاحبِ نصاب زکوٰۃ دینا شروع کر دے تو مسلمان معاشی طور پر خوشحال ہو سکتے ہیں اور اس قابل ہو سکتے ہیں کہ کسی غیر سے قرض کی بھیک نہ مانگیں اور زکوٰۃ ادا کرنے کی وجہ سے بحیثیت مجموعی مسلمان سود کی لعنت سے بچ سکتے ہیں۔

زکوۃ کی فضیلت

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے تقریباً 32 مقامات پر نماز کے ساتھ زکوٰۃ کو ذکر فرمایا ہے۔ جس سے اس کی اہمیت معلوم ہوسکتی ہے۔ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی بے شمار احادیث میں زکوٰۃ کی فضیلت، ترغیب اور افادیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ معلوم یہ ہوا کہ زکوٰۃ کو دین میں بہت اہمیت دی گئی ہے۔ اور زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے کو سخت عذاب کی وعید بتلائی گئی ہے۔ ایک حدیث ملاحظہ ہو!

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ما من رجل لا یؤدی زکوۃ مالہ الا جعلہ اللہ یوم القیامۃ فی عنقہ شجاعا ولا یحسبن الذین یبخلون بما آتاہم اللہ من فضلہ ۔ (جامع الترمذی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آپ علیہ السلام کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے مال کی زکوۃ ادا نہیں کرتا قیامت کے دن اس کا مال گنجے سانپ کی شکل میں اس کی گردن میں ڈال دیا جائے گا۔

راوی کہتے ہیں کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک کی آیت کا مصداق ہمیں سمجھایا اور یہ آیت تلاوت کی جس کا ترجمہ یہ ہے اور ہرگز خیال نہ کریں ایسے لوگ جو ایسی چیز میں بخل کرتے ہیں جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے کہ یہ بات کچھ ان کے لیے اچھی ہو گی بلکہ یہ بات ان کی بہت بری ہے وہ لوگ قیامت کے روز طوق پہنا دیے جائیں گے اس کا جس میں انہوں نے بخل کیا تھا۔

صاحبِ نصاب کون ہے؟

جس مرد یا عورت کی ملکیت میں ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا نقدی مال یا تجارت کا سامان یا ضرورت سے زائد سامان میں سے کوئی ایک چیز یا ان پانچوں چیزوں یا بعض کا مجموعہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو تو ایسے مرد وعورت کو صاحب نصاب کہا جاتا ہے۔

وجوب کی شرائط: مسلمان ہونا۔ نصاب کا پورا ہونا۔ عاقل بالغ ہو۔ اس پر سال گزر جائے۔

زکوۃ کے چند اہم مسائل

مسئلہ: اگر کسی کی آمدنی کافی ہے لیکن وہ مقروض ہے اور خرچہ زیادہ ہونے کی وجہ سے قرض ادا کرنے پر قادر نہیں تو ایسے آدمی پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

مسئلہ 2: جس شخص کی ماہانہ آمدنی معقول ہے لیکن سال بھر تک اس کے پاس نصاب کی مقدار جمع نہیں رہتی اور اس پر زکوۃ واجب نہیں۔

مسئلہ 3: اگر ادھار کی رقم نصاب کے برابر یا اس سے زیادہ ہے تو وصول ہونے کے بعد زکوۃ ادا

کرنا لازم ہوگا اگر ادھار کی رقم وصول ہونے میں چند سال کا عرصہ گزر گیا تو گزشتہ تمام سالوں کی زکوۃ دینا لازم ہوگا۔

مسئلہ 4: اگر استاد غریب ہے نصاب کا مالک نہیں تو شاگرد کے لیے استاد کو زکوۃ دینا جائز بلکہ مستحق استاد کو زکوۃ دینے کا ثواب زیادہ ملے گا۔

مسئلہ 5: مردہ کے ایصال ثواب کے لیے زکوۃ کی رقم دینا جائز نہیں بلکہ دوسری حلال رقم صدقات زکوۃ کے علاوہ سے ایصال ثواب کرنا ہوگا ورنہ میت کو ثواب نہیں ہوگا۔

مسئلہ 6: باپ اور بیٹا مل کر پیسہ کماتے ہیں اور پیسہ والد کے قبضہ میں ہے اور باپ ہی اس میں سے تصرف کرتا ہے اور وہ رقم نصاب کے برابر ہے تو سال گزرنے کے بعد باپ کے لیے زکوۃ ادا کرنا لازم ہوگا بیٹے کے لیے نہیں کیونکہ ان پیسوں کا مالک باپ ہے ہاں اگر وہ اپنا اپنا پیسہ تقسیم کر دیں تو الگ الگ زکوۃ واجب ہوگی۔

مسئلہ 7: اپنے باپ کو زکوۃ دینا جائز نہیں۔

مسئلہ 8: بچہ اگر صاحب نصاب ہے تو نابالغ ہونے کی وجہ سے اس کے مال وغیرہ پر زکوۃ واجب نہیں اور ولی کے لیے نابالغ کے مال سے زکوۃ ادا کرنا لازم نہیں ہوگا دوسری عبادات کی طرح بچہ پر زکوۃ بھی واجب نہیں۔

مسئلہ 9: زکوۃ کی رقم سے مکانات بنا کر مستحق لوگوں میں تقسیم کرنے سے زکوۃ ادا ہوگی البتہ مستحق لوگوں کو مکمل طور پر مالک بنا دینا ضروری ہے مکان کا قبضہ بھی دے دیں رجسٹرڈ کرا کر کاغذات بھی ان کے حوالے کر دے تاکہ وہ اپنے اختیار سے جس قسم کا جائز تصرف کرنا چاہے کر سکیں۔

مسئلہ 10: جو رقم زکوٰۃ کی نیت کے بغیر ادا کی جائے اور جس کو دی جائے وہ خرچ بھی کر لے اب اگر اس مال کو زکوۃ میں شمار کیا جائے تو وہ درست نہیں اور زکوۃ ادا نہیں ہوگی۔

مسئلہ 11: بھابھی، بھائی، بھتیجا، بہن اگر وہ نصاب کے مالک نہیں اور مستحق بھی ہیں اور ان کا کھانا پینا الگ ہو تو ان سب کو زکوۃ دینا جائز ہے۔

مسئلہ 12: اگر حکومت یا بینک والے کھاتے داروں سے ان کی اجازت سے اصل رقم سے زکوۃ کاٹ کر مستحقین زکوۃ کو مالکانہ طور پر دیتے ہیں تو زکوۃ ادا ہوگی اور اگر اصل رقم سے ادا تو کریں لیکن مالک کے اجازت کے بغیر تو پھر زکوۃ ادا نہیں ہوگی مالک کو زکوۃ ادا کرنا ضروری ہے اور اگر وہ حکومت یا بینک والے اصل رقم سے نہیں بلکہ نفع کے نام پر جمع ہونے والی سود کی رقم سے زکوۃ ادا کریں تو زکوۃ بالکل ادا نہیں ہوگی کیونکہ حرام رقم سے زکوۃ ادا نہیں ہوتی۔

مسئلہ 13: بیوی کو اگر شوہر زکوۃ دے تو یہ جائز نہیں۔

مسئلہ 14: اگر بیوی صاحب نصاب ہے تو خود بیوی کو زکوۃ ادا کرنا ضروری ہے شوہر پر ضروری نہیں۔

مسئلہ 15: پرائز بانڈ کی اصل قیمت یعنی جس رقم سے پرائز بانڈ خریدا ہے وہ نصاب کے برابر ہو تو اس اصلی رقم پر زکوۃ واجب ہے اور ہر قرعہ اندازی میں نام نکلنے کی صورت میں جو رقم زائد ملتی ہے وہ نہ تو لینا جائز ہے اور نہ ہی اس پر زکوۃ ہے جہاں سے لیتا ہے واپس کرے ورنہ بغیر ثواب کی نیت کے صدقہ کر دینا ضروری ہے۔

مسئلہ 16: اگر کوئی تجارت کی نیت سے پلاٹ خریدے یا زمین خریدے) یعنی فروخت کرنے کی نیت سے تو اس صورت میں اس کی قیمت سے ہر سال زکوۃ ادا کرنا فرض ہے اور ہر سال مارکیٹ میں جو فروخت کی قیمت ہوگی اس کا اعتبار ہوگا۔

مثلاً ایک پلاٹ ایک لاکھ میں خریدا تھا سال مکمل ہونے پر اس کی قیمت 5 لاکھ ہوگی تو زکوۃ 5 لاکھ سے دینی ہوگی اور اگر پلاٹ ذاتی ضروریات کے لیے خریدا تو اس پر زکوۃ واجب نہیں، اور اگر پلاٹ خریدا رقم کو محفوظ کرنے کے لیے تو اس صورت میں بھی زکوۃ ہر سال واجب ہوگی۔

مسئلہ 17: اگر پلاٹ خریدتے وقت فروخت کرنے کی نیت نہیں تھی بعد میں فروخت کرنے کا ارادہ ہوگیا تو جب تک اس کو فروخت نہیں کیا جائے اس پر زکوۃ واجب نہیں۔

مسئلہ 18: اگر کوئی شخص سال کے پورے ہونے سے پہلے یا سال مکمل ہونے کے بعد تھوڑی تھوڑی کر کے زکوۃ ادا کرے تب بھی جائز ہے۔

مسئلہ 19: اگر کسی آدمی نے کمیٹی کے طور پر پیسے جمع کروائے ہوں اور

یوہ نصاب کے برابر بھی ہوں اور پھر اس آدمی پر کسی قسم کا قرض وغیرہ بھی نہ ہو تو اس محفوظ شدہ پیسوں کی زکوۃ ادا کرنی ضروری ہوگی اور زکوۃ ادا کرتے وقت کمیٹی کی جمع شدہ رقم کو اصل مال اور نقدی کے ساتھ ملایا جائے گا۔

مسئلہ 20: اگر کوئی شخص یوں کرتا ہے کہ وہ انکم ٹیکس ادا کرتا ہے اور پھر یہ سمجھتا ہے کہ انکم ٹیکس کے ساتھ ساتھ زکٰوۃ بھی ادا ہوگئی۔ تو اس کی یہ سوچ غلط ہے کیونکہ انکم ٹیکس ملکی ضروریات کے لئے گورنمنٹ کی طرف سے مقرّر ہے، جبکہ زکٰوۃ ایک مسلمان کے لئے فریضۂ خداوندی اور عبادت ہے، انکم ٹیکس ادا کرنے سے زکٰوۃ ادا نہیں ہوتی، بلکہ زکٰوۃ کا الگ ادا کرنا فرض ہے۔

نوٹ: ہم نے چند مسائل لکھ دئے ہیں۔ زکٰوۃ کے باقی مسائل دریافت کرنے کے لیے اپنے قریبی علماء/ دارالافتاء سے رابطہ کریں۔

تجارتی فلیٹ پر زکوۃ

اگر کسی شخص نے تجارت کی نیت سے کوئی فلیٹ خریدا، پھر اسے عارضی طور پر محدود وقت کے لیے کرایہ پر دے دیا، جب کہ فروخت کرنے کی نیت برقرار ہے، تو ایسی صورت میں وہ فلیٹ مالِ تجارت ہونے سے نہیں نکلے گا، بلکہ بدستور مالِ تجارت باقی رہے گا، اور ہر سال اس کی موجودہ قیمت (مارکیٹ ویلو) کے اعتبار سے زکوۃ لازم ہوگی۔ (۳/ ۱۹۲، کتاب الزکاۃ قبل باب السائمۃ، ط: بیروت)

مارکیٹ ویلیو سے زیادہ پر زکوۃ

اگر کوئی شخص بغرض تجارت، آن لائن، صرف تصاویر دیکھ کر، کپڑوں کی خریداری کرے، پھر جب کپڑے گھر پہنچے، تو معلوم ہوا کہ مارکیٹ ویلیو کی بہ نسبت کافی مہنگے داموں میں پڑے ہیں، تو اس صورت میں زکوۃ ادا کرتے وقت ان کپڑوں کی جو مارکیٹ ویلیو (بازاری قیمت) ہوگی، اسی اعتبار سے زکوۃ ادا کی جائے گی، جس قیمت پر آن لائن (Online) خریدی گئی ہے، اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔ (۳/۲۱۱، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الغنم، ط: بیروت)

سونے کے زیور کی کتنی مقدار پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے؟

سونے کی زکاۃ کا نصاب ساڑھے سات تولہ سونا ہے، اور یہ اس وقت ہے جب کہ سونے کے ساتھ کوئی اور قابلِ زکاۃ مال (چاندی، رقم، مالِ تجارت) موجود نہ ہو، لہٰذا اگر کسی کے پاس ساڑھے سات تولہ سے کم سونا ہو اور نقد رقم، مالِ تجارت یا چاندی کچھ بھی موجود نہ ہو تو اس پر زکاۃ واجب نہیں ہوگی۔

لیکن اگر سونے کے ساتھ کوئی اور قابلِ زکاۃ مال موجود ہو، تو پھر صرف سونے کے نصاب کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، بلکہ ایسی صورت میں چاندی کے نصاب (ساڑھے باون تولہ چاندی) کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا، لہٰذا اگر سونے اور دوسرے قابلِ زکاۃ مال کو ملا کر مجموعی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر یا اس سے زیادہ ہو جائے تو اس پر زکاۃ ہوگی۔

ایک سے زیادہ مال جمع ہونے کی صورت میں چاندی کے نصب کا اعتبار اس لیے کیا گیا کہ زکاۃ کے وجوب میں فقراء کی حاجت کو بنیادی اہمیت حاصل ہے، جس میں فقراء کا فائدہ ہو فقہاء کرام نے اس کو اختیار کیا ہے، اور موجودہ دور میں چاندی کا نصاب کم ہے، لہٰذا زکوۃ واجب ہونے کی صورت میں فقراء کا فائدہ ہوگا۔ (بدائع الصنائع في ترتیب الشرائع (19/2)

سونے کی زکاۃ سے متعلق مسائل

سوال:

1۔زکوۃ کے وجوب کے لیے ساڑھے سات تولے سے کم سونے کے ساتھ کتنی نقدی ہونی چاہیے، کیا اس کی کوئی حد ہے یعنی سو دو سو روپے وغیرہ؟

2۔سونے کے ساتھ کچھ رقم ہو تو اس صورت میں اس دن کی سونے کی قیمتِ فروخت کا حساب لگایا جائے گا یا اس میں کچھ اور تفصیل ہے؟

3۔سنا ہے کہ ایک مرتبہ جب سونے کی زکوۃ ادا کر دی جائے تو آئندہ سال زکوۃ ادا کرتے ہوئے اس میں سے پچھلے سال کی ادا کی گئی رقم کو منہا کیا جائے گا، یعنی اگر ہم سونے کی زکوۃ میں سونے کا چالیسواں حصہ دے دیں تو آئندہ سال بقیہ انتالیس حصوں کا چالیسواں حصہ دینا ہوگا تو رقم کی صورت میں اس کا کیا حکم ہوگا؟

جواب

1۔اگر کسی کی ملکیت میں ساڑھے سات تولہ سے کم سونا ہو اور سال کے شروع اور آخر میں سونے کے ساتھ چاندی، نقد رقم یا مالِ تجارت بھی ہو اور ان سب کی مجموعی مالیت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے بقدر ہو تو ایسے شخص پر زکاۃ ادا کرنا لازم ہے، نقد رقم کی کوئی متعین مقدار نہیں ہے، بلکہ سونے یا چاندی کے ساتھ معمولی نقد رقم بھی ہو تو پھر چاندی کے نصاب کا اعتبار ہوگا، البتہ یہ رقم بنیادی ضرورت اور واجب الادا اخراجات سے زائد ہونا ضروری ہے، تب یہ رقم نصاب میں شامل ہوگی۔اور اگر صرف نقد رقم موجود ہو تو بھی چاندی کے نصاب کا اعتبار ہوگا۔

2۔زکاۃ کی ادائیگی میں اس دن کی قیمتِ فروخت کا اعتبار ہوگا جس دن حساب لگائیں گے، یعنی زکاۃ کی ادائیگی والے دن سونے کی قیمتِ فروخت معلوم کر کے زکاۃ دیں گے۔

3۔ ہر سال کی زکاۃ کا حساب الگ ہے، اس میں گزشتہ سال کی زکاۃ منہا نہیں کی جائے گی ، ہر سال زکاۃ کی تاریخ پر جتنا سونا، چاندی یا رقم (نصاب کے برابر یا اس سے زیادہ) موجود ہو سب کی زکاۃ نکالنا ضروری ہے۔ گزشتہ سال اگر سونے کی زکاۃ اسی سونے میں سے دی تھی اور اس سال اس سونے میں گزشتہ سال سے کمی ہے (مثلاً: چالیس تولہ سونے میں سے ایک تولہ سونا دے دیا، اور اب انتالیس تولہ سونا باقی ہے) تو جتنا موجود ہے، اسی کی زکاۃ کا حساب ہوگا، لیکن اگر چالیس تولہ سونے کی زکاۃ رقم کی صورت میں دے دی گئی اور آئندہ سال بھی سونا چالیس تولہ موجود ہے تو پورے سونے اور سال پورا ہونے پر موجودہ رقم کی زکاۃ ادا کرنی ہوگی۔ (بدائع الصنائع، ص/ 88)

زکوۃ کا حساب کیسے لگایا جاسکتا ہے؟

زکوٰۃ کا نصاب 5.7 تولہ یعنی 5.87 گرام سونا اور 5.52 تولہ یعنی 612 گرام چاندی ہے اگر ایک یا دونوں چیزیں مذکورہ مقدار میں آپ کے پاس ہوں یا دونوں چیزیں تھوڑی مقدار میں ہوں جن کی قیمت ۶۱۲ / گرام چاندی کی قیمت کے برابر ہوجائے۔

یا تجارت کا سامان ۶۱۲ / گرام چاندی کی قیمت کے برابر ہوجائے یا نقد روپئے ۶۱۲ / گرام چاندی کی قیمت کے برابر ہو یا سونا، چاندی، تجارت کا سامان، نقد روپئے یہ سب ملا کر ۶۱۲ / گرام چاندی کے برابر ہوجائے تو آپ صاحب نصاب ہیں ایک سال گذر جانے پر ان کی زکوٰۃ ادا کرنا آپ کے ذمہ لازم ہوگا۔ (مسائل زکوۃ، ص/ 66)

یہ تو نصاب زکوٰۃ کا بیان تھا۔ اب زکوٰۃ کا حساب کرنے کو بتلایا جاتا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ سال گذر جانے پر جس قدر سونا، چاندی، نقد روپئے، سامان تجارت آپ کے پاس موجود ہوں ان سب کی قیمت لگا کر سب کو جوڑ لیں نیز آپ نے کسی کو قرض دے رکھا ہے یا کسی اور طرح سے

آپ کے پیسے دوسرے پر باقی ہیں تو اس رقم کو بھی مذکورہ میزان میں شامل کرلیں، نیز اگر آپ کے ذمہ کسی دوسرے کا قرض ہو یا کسی اور طرح کا اس کا پیسہ آپ کے ذمہ باقی ہو تو مذکورہ میزان میں سے اسے کم کردیں پھر جو میزان الکل بنے اس کا ڈھائی فیصد حساب کرکے متعین کرلیں یہ رقم زکوٰۃ کی ہوئی جسے آپ ایک مرتبہ میں بھی ادا کرسکتے ہیں تھوڑی تھوڑی کرکے حسب سہولت ادا کرتے رہیں یہ بھی جائز ہے۔

نوٹ:۔(۱) زکوٰۃ کا حساب قمری (چاند) کے اعتبار سے سال پورا ہوجانے پر کیا جائے مثلاً محرم، رمضان جس ماہ میں سب سے پہلے سال آپ صاحب نصاب ہوئے تھے ہر سال اسی ماہ میں زکوٰۃ کا حساب کیا کریں۔

(۲) متعینہ ماہ میں زکوٰۃ کا حساب ضرور کرلیا کریں واجب مقدار ڈائری میں نوٹ کرلیں ادائیگی حسب سہولت کرتے رہیں اس میں حرج نہیں۔



مومن کیلئے رمضان المبارک کا انعام

ماہِ صیام درحقیقت اہل ایمان پر اللہ تعالیٰ کا فضل وانعام اور خاص احسان ہے، یہ ماہِ مبارک نیکیوں کا موسم بہار اور عبادات کا سرچشمہ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: انسان جو بھی نیک عمل کرتا ہے، اس کا اجر اسے دس گنا سے سات سو گنا تک ملتا ہے، لیکن روزے کی بابت اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ یہ عمل چونکہ خالص میرے لیے ہے، اس لیے میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ کیونکہ روزے دار صرف میری خاطر اپنی نفسانی خواہشات، کھانا اور پینا چھوڑتا ہے۔ روزے دار کے لیے دو خوشیاں ہیں، ایک خوشی اسے روزہ افطار کے وقت حاصل ہوتی ہے اور دوسری خوشی اسے اس وقت حاصل ہوگی، جب وہ اپنے رب سے ملے گا اور روزے دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے ہاں کستوری کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔ (بخاری ومسلم)

روزہ کو قیمتی بنانے کا طریقہ

مسلمان جب روزہ رکھے تو اسے چاہیے کہ اس کے کانوں کا بھی روزہ ہو، اس کی آنکھ کا بھی روزہ ہو، اس کی زبان کا بھی روزہ ہو، اور اسی طرح اس کے دیگر اعضاء وجوارح کا بھی روزہ ہو، یعنی اس کا کوئی بھی عضو اور جزء اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں استعمال نہ ہو۔ اس کے روزے کی حالت اور غیر روزے کی حالت ایک جیسی نہ ہو، بلکہ ان دونوں حالتوں میں فرق وامتیاز نمایاں اور واضح ہو۔ روزے کا دوسرا بڑا سب سے زیادہ باعثِ اجر عمل قیام اللیل ہے۔ قیام اللیل کا مطلب ہے، راتوں میں اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی بارگاہ میں عجز ونیاز کا اظہار کرنا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے عبادالرحمن (رحمن کے بندوں) کی جو صفات بیان فرمائی ہیں، ان میں ایک یہ ہے: ترجمہ: ''ان کی راتیں اپنے رب کے سامنے قیام وسجود میں گزرتی ہیں''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے رمضان (کی راتوں) میں ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے قیام کیا، تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے''۔ (صحیح بخاری)

راتوں کا قیام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی مستقل معمول تھا۔ صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ بھی اس کا خصوصی اہتمام فرماتے تھے۔ رمضان المبارک میں اس کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے۔

رمضان المبارک میں صدقہ وخیرات زیادہ سے زیادہ کریں

رمضان المبارک کا تیسرا بڑا عمل صدقہ و خیرات کرنا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھلائی کے کاموں میں سب سے زیادہ سخاوت کرنے والے تھے، آپ کی سب سے زیادہ سخاوت رمضان کے مہینے میں ہوتی تھی۔ اس مہینے میں (قرآن مجید کا دور کرنے کے لیے) جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جبرائیل امینؑ سے ملتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت اتنی زیادہ اور عام ہوتی جیسے تیز ہوا ہوتی ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ (صحیح مسلم)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان المبارک میں عام دنوں کے مقابلے میں صدقہ وخیرات کا زیادہ اہتمام کرنا چاہیے۔ صدقہ وخیرات کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے فقراء و مساکین، یتامیٰ و بیوگان اور معاشرے کے معذور اور بے سہارا افراد کی ضروریات پر خرچ کرنا اور اُن کی خبر گیری کرنا، بے لباسوں کو لباس پہنانا، بھوکوں کو کھانا فراہم کرنا، بیماروں کا علاج و معالجہ کرنا، یتیموں اور بیواؤں کی سرپرستی کرنا، معذوروں کا سہارا بننا مقروضوں کو قرض کے بوجھ سے نجات دلانا اور اس طرح کے دیگر ضرورت مند افراد کے ساتھ تعاون و ہمدردی کرنا۔

رمضان المبارک میں روزے دار کو روزہ کھلوانا اور کھانا کھلانا بھی بڑا عمل ہے

سلف صالحین میں اطعامِ طعام کا جذبہ و ذوق بہت عام تھا اور یہ سلسلہ بھوکوں اور تنگ دستوں ہی کو کھلانے تک محدود نہ تھا، بلکہ دوست احباب اور نیک لوگوں کی دعوت کرنے کا شوق بھی فراواں

تھا۔اس لیے کہ اس سے آپس میں پیار و محبت میں اضافہ ہوتا ہے اور نیک لوگوں کی دعائیں حاصل ہوتی ہیں جن سے گھروں میں خیر و برکت کا نزول ہوتا ہے۔رمضان المبارک کا ایک بڑا عمل روزے داروں کے روزے کھلوانا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی روزے دار کا روزہ کھلوایا، تو اسے بھی روزے دار کی مثل اجر ملے گا، بغیر اس کے کہ روزے دار کے اجر میں کوئی کمی کی جائے۔(ترمذی) ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے: ترجمہ: جس نے کسی روزے دار کا روزہ کھلوایا، یا کسی مجاہد کو سامان حرب دے کر تیار کیا تو اس کے لیے بھی اس کی مثل اجر ہے۔(شعب الایمان)

قرآن مقدس کی تلاوت اس ماہ مبارک میں زیادہ سے زیادہ کریں

قرآن مجید کا نزول رمضان المبارک میں ہوا، اس لیے قرآن مجید کا نہایت گہرا تعلق رمضان المبارک سے ہے۔یہی وجہ ہے کہ اس ماہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جبرائیل امینؑ کے ساتھ قرآن مجید کا دور کیا کرتے تھے، اور صحابہ کرامؓ بھی اس ماہ میں کثرت سے قرآن مجید کی تلاوت کا اہتمام کیا کرتے تھے، ان میں سے کوئی دس دن میں، کوئی سات دن میں، اور کوئی تین دن میں قرآن مجید ختم کرلیا کرتا تھا۔قرآن مجید کو پڑھتے اور سنتے وقت انسان پر خوف اور رقت کی کیفیت بھی طاری ہونی چاہیے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب پڑھنے اور سُننے والے مطالب اور معانی سے بھی واقف ہوں۔ قرآن مجید کو محض قصص و تاریخ کی کتاب سمجھ کر نہیں پڑھنا چاہیے، بلکہ اسے کتابِ ہدایت سمجھ کر پڑھا جائے۔آیاتِ وعد و وعید اور انذار پر خوب غور کیا جائے۔ جہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت اور اس کی بشارتوں و نعمتوں کا بیان ہے، وہاں اللہ تعالیٰ سے اُن کا سوال کیا جائے اور جہاں اللہ کی پکڑ اور اس کے عذاب کا تذکرہ ہو، وہاں اللہ کے عذاب اور اس کی پکڑ سے پناہ مانگنی چاہئے۔

حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے فرمایا، ''مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ'' حضرت ابن مسعودؓ نے عرض کیا: ''میں آپ کو پڑھ کر سناؤں؟ حالانکہ قرآن تو آپ پر نازل ہوا ہے''۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ''میں اپنے علاوہ کسی اور سے سننا چاہتا ہوں'' چناں چہ حضرت ابن مسعودؓ نے سورۂ نساء کی تلاوت شروع کی جب وہ اس آیت پر پہنچے۔ ترجمہ: ''اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ حاضر کریں گے، اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان سب پر آپ کو گواہ بنائیں گے''۔ (سورۃ النساء) تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ''بس کرو'' حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دونوں آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ (صحیح بخاری)

ایک حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''سات آدمیوں کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا، ان میں سے ایک وہ شخص ہوگا جس کی آنکھوں سے تنہائی میں اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی عظمت و ہیبت کے تصور سے آنسو جاری ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ کا خوف ہر مسلمان کے دل میں ہونا چاہیے، اس کا ایک بہترین طریقہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت تفکر و تدبر اور غور و فکر سے کی جائے، اس کے معانی و مطالب کو سمجھا جائے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلالت کو قلب و ذہن میں مستحضر کیا جائے۔

چاند دیکھنے کا اہتمام

رمضان کی تاریخ کا پتہ لگانے کے لیے چاند دیکھنے کا اہتمام کرنا ضروری ہے۔ اس کے پیشِ نظر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ صحابہ کرامؓ کو لے کہ گاؤں کے باہر کھلی جگہ جاتے اور چاند دیکھتے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین فرماتے تھے۔

لَا تَصُومُوا حَتَّى تَرَوُا الْهِلَالَ، وَلَا تُفْطِرُوا حَتَّى تَرَوْهُ، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوا لَهُ"
فی روایة: الشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ لَيْلَةً، لَا تَصُومُوا حَتَّى تَرَوْهُ، وَلَا تُفْطِرُوا حَتَّى تَرَوْهُ، إِلَّا أَنْ يُغَمَّ عَلَيْكُمْ، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدِرُوا لَهُ۔ (متفق علیہ)

''جب تک (رمضان کا) چاند نہ دیکھ لو روزہ رکھنا شروع نہ کرو، اور جب تک (شوال کا) چاند نہ دیکھ لو افطار نہ کرو (روزہ ختم نہ کرو) پھر اگر مطلع ابرآلود ہونے کی وجہ سے چاند تم کو نظر نہ آئے تو اس کا اندازہ کرلو۔ دوسری روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں۔''مہینہ ۲۹ دن کا ہوتا ہے۔ پس روزہ رکھنا شروع نہ کرو جب تک کہ (رمضان کا) چاند دیکھ لو۔ اگر مطلع صاف نہ ہونے کی وجہ سے وہ تم کو نظر نہ آئے تو (شعبان کے) تیس دن پورے کرو۔ (متفق علیہ)

پتہ چلا کہ رویت ہلال کی بڑی اہمیت ہے۔ ضروری ہے کہ چاند دے کھنے کا اہتمام کیا جائے، محض کلنڈر پر بھروسہ کرلینا درست نہیں۔

روزہ کا اہتمام

یوں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر ماہ ایام بیض کے روزوں کا اہتمام کرتے تھے اور شعبان کے مہینہ میں بہ کثرت روزہ رکھتے تھے، مگر رمضان کے پورے مہینے کا روزہ رکھتے۔ جب سے اس مہینے کے روزوں کی فرضیت نازل ہوئی تب سے تاعمر آپ نے ماہ رمضان کے مکمل روزہ کا اہتمام کیا ہے۔ اس ماہ کے روزہ کی فضیلت اور بلا عذر اس کے ترک کرنے کی ممانعت اور وعید بھی سنائی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔ (متفق علیہ)

''جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے ایمان اور احتساب (ثواب کی امید) کے ساتھ، اس کے تمام گناہ معاف کردیے جائیں گے، جو اس سے پہلے سرزد ہوئے ہوں گے۔'' (متفق علیہ)

روزہ ایک ایسا عمل ہے جو بندے اور اس کے رب کے درمیان ہے۔ کیوں کہ کوئی دنیا کو دکھانے کے لیے کسی کے سامنے کچھ نہ کھائے پیے مگر تنہائی میں کھا پی سکتا ہے۔اس کے باوجود وہ صرف اس لیے ایسا نہیں کرتا کہ اس کا رب اسے دیکھ رہا ہے جو ہر جگہ موجود ہے۔اس لیے وہ شدید گرمی میں پیاس کی شدت کو برداشت کر لیتا ہے، بھوک کی بے چینی کو جھیل لیتا ہے مگر پانی کا ایک قطرہ یا کھانے کا کوئی لقمہ وہ اپنے گلے سے نیچے نہیں اتارتا۔آپؐ نے روزے کے اجر کو بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصَّوْمَ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ، وَلَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ۔ (بخاری)

''ابن آدم کا ہر عمل اس کے لیے ہوتا ہے سوائے روزے کے۔روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ بندہ اپنی خواہشات اور خوراک صرف میرے ہی لیے چھوڑ دیتا ہے۔'' (بخاری)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حالت روزہ میں مسواک کرتے، سرمہ لگاتے، وضو کے دوران ناک میں پانی ڈالتے، کلی کرتے، البتہ مبالغہ سے بچتے تا کہ پانی حلق سے نیچے نہ اتر آئے۔احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔ان سب چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا جب تک کہ کوئی شخص اختیاری طور پر قدرتی راستے سے کوئی چیز پیٹ حلق یا دماغ داخل نہ کرلے۔بھول کر کوئی شخص کچھ کھا پی لے تو اس سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔

حالت روزہ میں مکروہات سے اجتناب کیجیے

روزے کی حالت میں جائز چیزوں (کھانے، پینے اور بیوی سے جنسی تعلق) کے استعمال پر اللہ نے روک لگا دی ہے۔ یہ اس بات کی تربیت ہے کہ انسان بقیہ تمام حالتوں میں بھی اللہ کے احکام کی پابندی کرے گا۔ پھر روزہ رکھ کر انسان برے اور گندے کام کرے اس کی کیسے اجازت

ہوسکتی ہے۔روزے میں تو یہ اور بھی ناپسندیدہ عمل ہوجاتا ہے۔اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزے کی حالت میں ایسے عمل سے بچنی کی سختی سے ہدایت دی ہے۔آپؐ کا فرمان ہے۔

مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ، فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ ۔(بخاری)

''جس نے جھوٹ بولنا اور غلط کام کرنا نہیں چھوڑا، اللہ تعالی کو ایسے شخص کے روزہ کی حالت میں کھانا پینا چھوڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔''

اسی طرح آپؐ نے غیبت ، چغلی ، جھگڑا فساد اور لوٹ مار جیسے برے عمل سے بھی سختی سے رکنے کی تاکید کی ہے ورنہ روزہ دار کو بھوک پیاس اور رت جگے کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا:

كَمْ مِنْ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ إِلَّا الظَّمَأُ، وَكَمْ مِنْ قَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ قِيَامِهِ إِلَّا السَّهَرُ۔(سنن الدارمی)

''کتنے ہی روزے دار ایسے ہیں کہ روزے سے بھوک پیاس کے سوا انھیں کچھ حاصل نہیں ہوتا، اور کتنے ہی راتوں کو کھڑے رہنے والے ایسے ہیں جنھیں اس قیام سے رت جگے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔'' (سنن الدارمی)

رمضان المبارک میں قیام اللیل کی اہمیت وفضیلت

نزول قرآن انسانیت پر اللہ کی بڑی مہربانی ہے۔یہ کتاب تمام انسانوں کی ہدایت کے لیے نازل کی گئی ہے اور رمضان نزول قرآن کا مہینہ ہے۔اس لحاظ سے رمضان کو قرآن سے خاص مناسبت ہے۔اللہ تعالی کا فرمان ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ۔(البقرۃ)

'ماہ رمضان جس میں قرآن کریم کا نزول ہوا جو تمام انسانوں کے لیے ہدایت ہے'۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماہ رمضان میں حضرت جبرئیلؑ کے ساتھ قرآن کا دورہ فرماتے اور بہ کثرت قرآن کی تلاوت کرتے۔

آپؐ اس ماہ مبارک میں قیام لیل کا خاص اہتمام کرتے تھے۔تراویح درحقیقت قیام لیل ہے۔یعنی رات کو نماز میں کھڑے ہوکر قرآن پڑھنا اور سننا۔اس کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ہم احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مطالعہ کریں تو جس طرح اللہ کے رسول صلی اللہ کا رمضان کے روزے سے متعلق یہ ارشاد ہے:

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔(متفق علیہ)

''جس نے رمضان کا روزہ ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے رکھا تو اس کے پچھلے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں''۔

اسی طرح آپ نے اس مبارک مہینے میں قیام لیل کے سلسلے میں بھی یہ ارشاد فرمایا ہے:

وَمَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِه۔(متفق علیہ)

جس نے رمضان کے مہینے میں قیام لیل (رات کو کھڑے ہوئے کرنوافل) کا اہتمام ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے رکھا تو اس کے پچھلے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں''۔

اس روایت سے صلوۃ تراویح کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں صحابہ کرامؓ مسجد میں انفرادی طور پر یا چھوٹے چھوٹے گروپوں کی شکل میں تراویح کی نماز پڑھتے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں ایسا کرتے ہوئے دیکھا تو ان سب کو یکجا کیا اور ان کی امامت فرمائی۔صحابہ کرام کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتدا میں نماز پڑھنے کا شوق بہت زیادہ بڑھنے لگا تو تیسرے دن آپؐ ان کی امامت نہیں فرمائی اور ارشاد فرمایا:

مجھے خوف ہے کہ کہیں یہ نماز فرض نہ ہو جائے اس لیے آپ نے اس روز تراویح کی نماز نہیں پڑھائی۔

اس کے بعد صحابہ کرامؓ بدستور انفرادی طور پر یا چھوٹے چھوٹے گروپ میں حضرت ابوبکرؓ کے پورے دور خلافت اور حضرت عمرؓ کے عہد خلافت کی ابتدا میں نماز پڑھتے رہے۔ ایک موقعے پر حضرت عمرؓ نے مسجد میں لوگوں کو الگ الگ نماز پڑھتے دیکھا تو انھیں ایک امام پر جمع کیا اور اسی کی اقتدا میں نماز تراویح کا اہتمام شروع ہوگیا۔ تب سے آج تک دنیا کے ہر گوشے میں جہاں مسجد ہے وہاں تراویح کا باجماعت کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ جس میں مکمل قرآن سننے اور سنانے کا اہتمام ہوتا ہے۔

اس ماہ مبارک میں ہر عبادت کا ثواب کافی بڑھ جاتی ہے

اس ماہ مبارک میں نفل کا ثواب فرض کے برابر اور فرض کا ثواب ستر فرضوں کے برابر کردیا جاتا ہے۔ آپؐ نوافل کا خاص اہتمام کرتے اور صحابہؓ کو اس کی اہمیت دلاتے ہوئے فرمایا: مَنْ تَقَرَّبَ فِيهِ بِخَصْلَةٍ مِنَ الْخَيْرِ، كَانَ كَمَنْ أَدَّى فَرِيضَةً فِيمَا سِوَاهُ، وَمَنْ أَدَّى فِيهِ فَرِيضَةً، كَانَ كَمَنْ أَدَّى سَبْعِينَ فَرِيضَةً فِيمَا سِوَاهُ۔ (مشکوۃ المصابیح)

”جس نے اس ماہ مبارک میں کوئی نیک کام (نفل) انجام دیا وہ ایسے ہی ہے جیسے اس نے دیگر مہینے میں کوئی فرض ادا کیا ہو۔ اور جس نے کوئی فرض ادا کیا وہ ایسے ہے جیسے دیگر مہینے میں اس نے ستر فرض ادا کیے ہوں۔“

سحری میں تاخیر اور افطار میں جلدی کرنا سنت ہے

طلوع فجر سے پہلے کچھ کھانے پینے کو سحری کہتے ہیں۔ سحری کرنا آپؐ کا معمول تھا۔ آپ سحری میں تاخیر کرتے تھے۔ آپؐ صحابہؓ کو بھی اس کے لیے آمادہ کرتے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ نے سحری میں برکت رکھی۔ نیز آپؐ کا ارشاد ہے:

استعینوا بطعام السحر علی الصیام، وبالقیلولۃ علی قیام اللیل۔ (ابن ماجہ)

''سحری کھا کر روزے پر اور قیلولہ (دوپہر کے وقت سونے) کے ذریعے رات کی نماز پر مدد حاصل کرو۔''

اسی طرح آپ کا معمول تھا کہ آپ افطار میں جلدی کرتے۔ افطار میں جلدی کرنا اصل میں اظہار عبودیت کی علامت ہے۔ اللہ کا حکم ہے روزہ رکھا، وقت پورا ہوتے ہی اللہ کا حکم ہوا فوراً افطار کیا۔ افسوس کہ اس پر توجہ نہیں دیا جاتا افطار کا وقت ہو چکا ہوتا ہے مگر بہت سے لوگ بلاوجہ تاخیر کرتے ہیں یا یہ سمجھا جاتا ہے کہ دو چار منٹ رک جانے سے کچھ نہیں ہوتا۔ جب کہ ایسا کرنا غلط ہے۔ یہ یہودیوں کا طریقہ ہے کہ جب تک آسمان میں ستارے نظر نہ آجائیں وہ افطار نہیں کرتے تھے اور اس تاخیر کو قابل اجر وثواب مانتے تھے۔ آپؐ وقت ہوتے ہی فوراً افطار کرتے اور صحابہ کو بھی اس کی اہمیت کا احساس دلاتے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

لایزالُ النَّاسُ بخیرٍ ما عجَّلَ النَّاسُ الفطرَ۔ (صحیح الترغیب، الصفحہ أوالرقم: 1075)

لوگ بھلائی پر رہیں گے جب تک کہ افطار کرنے میں جلدی کرتے رہیں گے۔ (متفق علیہ)

افطار کا وقت دعا کی قبولیت کا ہوتا ہے۔ آپؐ افطار سے قبل دعا کرتے اور جو میسر آتا اس سے افطار کرتے، خاص طور سے آپؐ کھجور یا پانی سے افطار کرتے تھے۔

افطار کے وقت یہ دعا پڑھنی چاہیے:

اَللّٰهُمَّ لَکَ صُمْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ۔

(سنن أبي داود، حدیث نمبر: ۲۳۵۸، ج: ۲، ص: ۳۰۶، ط: المکتبۃ العصریۃ)

افطار کے بعد یہ دعا بھی ثابت ہے:

ذَهَبَ الظَّمَأُ، وَابْتَلَّتِ الْعُرُوقُ، وَثَبَتَ الْأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ۔

(سنن أبي داود، حدیث نمبر: ۲۳۵۷، ج: ۲، ص: ۳۰۶، ط: المکتبۃ العصریۃ)

رمضان المبارک ہمدردی مواساۃ اور خیر خواہی کا مہینہ ہے

آپؐ نے اس پورے مہینے کو ہمدردی ومواسات کا مہینہ قرار دیا ہے۔اس کی وجہ ہے کہ جب انسان روزہ رکھتا ہے تو اسے احساس ہوتا ہے کہ دوسرے لوگ جو پورے سال بے سروسامانی کی وجہ سے بھوک پیاس کی شدت برداشت کرتے ہیں ان کا کیا حال ہوتا ہوگا۔اب جب کہ وہ بھی روزے کی حالت میں ہے تو اللہ کے ان محتاج بندوں کی امداد کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔یوں تو آپؐ بڑے فیاض اور سخی تھے مگر رمضان المبارک کی آمد کے ساتھ ہی آپ عطا، بخشش وسخاوت بہت بڑھ جاتی تھی،آپؐ ہر قیدی کو رمضان بھر کے لیے رہا کردیتے تا کہ وہ اس ماہ سے استفادہ کرے اور ہر سائل کو کچھ نہ کچھ دیتے خالی واپس نہیں کرتے تھے:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ أَطْلَقَ كُلَّ أَسِيْرٍ وَأَعْطٰى كُلَّ سَائِلٍ۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

''رسول اللہ کا طریقہ تھا کہ جب رمضان آتا تھا تو آپؐ ہر اسیر (قیدی) کو رہا کردیتے تھے اور ہر سائل کو کچھ نہ کچھ دیتے تھے۔''

آپ نے روزہ دار کے افطار کرانے پر زور دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا ، أَوْ جَهَّزَ غَازِيًا فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ۔ (بیہقی،محی السنۃ)

''جو شخص کسی روزہ دار کا روزہ کھلوائے یا کسی غازی کے لیے سامان جہاد فراہم کرکے دے تو اس کو ویسا ہی اجر ملے گا جیسا کہ اس روزہ دار کو روزہ رکھنے اور غازی کو جہاد کرنے کا ملے گا۔''

مَنْ فَطَّرَ فِيهِ صَائِمًا كَانَ لَهُ مَغْفِرَةً لِذُنُوبِهِ وَعِتْقَ رَقَبَتِهِ مِنَ النَّارِ، وَكَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْتَقِصَ مِنْ أَجْرِهِ شَيْءٌ "، قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ لَيْسَ كُلُّنَا نَجِدُ مَا نُفَطِّرُ بِهِ

الصَّائِمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰہِ —صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ- : ”یُعْطَی ھَذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا عَلَی مَذْقَۃِ لَبَنٍ، أَوْ تَمْرَۃٍ، أَوْ شَرْبَۃٍ مِنْ مَاءٍ، وَمَنْ أَشْبَعَ صَائِمًا سَقَاہُ اللّٰہُ مِنْ حَوْضِی شَرْبَۃً لَا یَظْمَأُ حَتَّی یَدْخُلَ الْجَنَّۃَ۔ (مشکوۃ)

”جس نے ماہ رمضان میں کسی روزے دار کو افطار کرایا اس کے لیے اس کے گناہوں معافی اور جہنم سے چھٹکارا ہے اور اس کے لیے روزہ دار اس کے اجر میں کمی کے بغیر روزہ دار کے برابر ہی اجر ہوگا۔ صحابہؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ہم میں تو ہر شخص روزہ افطار کرانے کی سکت نہیں رکھتا؟ آپؐ نے فرمایا: اسے بھی یہی اجر ملے گا روزے دار کو دودھ کا گھونٹ پلائے یا ایک کھجور کے ذریعے افطار کرائے یا پانی کا گھونٹ پلاے، اور

آپؐ رمضان کے مہینے میں اپنے ماتحتوں کے ساتھ ہمدردی کرتے ہوئے ان سے کم کام لیا کرتے تھے اور صحابہ کو بھی اس کی تلقین کرتے:

مَنْ خَفَّفَ عَنْ مَمْلُوکِہِ فِیہِ غَفَرَ اللّٰہُ لَہُ، وَأَعْتَقَہُ مِنَ النَّارِ۔ (مشکوۃ)

”جس نے اپنے ماتحتوں سے ہلکا کام لیا اللہ اسے بخش دے گا اور اسے جہنم سے نجات دے گا۔“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم شب قدر کی جستجو اور آخری عشرہ کا اعتکاف فرماتے تھے

رمضان المبارک کے تین عشروں کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین حصوں میں تقسیم کرتے ہوئے ان کے فضائل بیان کیے ہیں کہ اس کا پہلا عشرہ 'رحمت' دوسرا 'مغفرت' اور تیسرا 'جہنم سے چھٹکارے' کا ہے۔ اس لیے مطلوب یہ ہے کہ تیسرے عشرے میں غفلت کی چادر ہٹا کر اس میں زیادہ سے زیادہ عبادت وریاضت کر کے ذریعے ہم خدا کا قرب حاصل کریں اور اپنے گناہوں سے تائب ہو کر جہنم کی آگ سے چھٹکارہ پائیں۔

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان کے آخری

عشرے میں (اللہ کی عبادت) میں جس قدر سخت محنت کرتے تھے اتنی اور کسی زمانے میں نہیں کرتے تھے۔ (مسلم)

حضرت عائشہؓ سے ہی ایک اور روایت ہے کہ جب رمضان کی آخری دس تاریخیں آتی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کمر بستہ ہوجاتے تھے۔ رات بھر جاگتے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے تھے۔ (بخاری)

رمضان کے آخری عشرے کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ اللہ نے اسی کی ایک طاق رات میں شب قدر جیسی عظیم ترین رات رکھی ہے۔ جس کے تعلق سے اللہ کا فرمان ہے۔

''بیشک ہم نے قرآن کو شب قدر میں اتارا ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ شب قدر کیسی چیز ہے؟ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس رات میں فرشتے اور روح القدس (جبریلؑ) اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر خیر کو لے کر اترتے ہیں۔ سراپا سلام ہے۔ یہ شب قدر (اسی صفت و برکت کے ساتھ) طلوع فجر تک رہتی ہے۔'' (سوۂ قدر)

نبی کریمؐ نے بھی متعدد میں احادیث اس کی فضیلت بیان کی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشا فرمایا کہ جو شب قدر میں عبادت کے لیے کھڑا ہوا (نمازیں پڑھیں، ذکر و اذکار میں لگا رہا) تو اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کردیے جائیں گے۔ (متفق علیہ)

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شب قدر میں وہ تمام فرشتے جن کا مقام سدرۃ المنتہی پر ہے، جبرئیل امین کے ساتھ دنیا میں اترتے ہیں اور کوئی مومون مرد یا عورت ایسی نہیں جس کو وہ سلام نہ کرتے ہوں، بجز اس آدمی کے جو شراب یا خنزیر کا گوشت کھاتا ہو۔

اس رات کی فضیلت کے حصول کے تعلق سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ اس رات کی برکت حاصل کرنے کے لیے بے حد جد جہد کرتے ہیں، جس چیز کی

جتنی اہمیت ہوتی ہے،اس کے لیے اتنی ہی کوشش کی ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں حضرت ابوسعید خدریؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے پہلے عشرے میں اعتکاف کیا۔ آپؐ نے ایک ترکی طرز کے خیمے کے اندر رمضان کے دس دن گزارے۔ اعتکاف ختم ہونے پر آپؐ نے اپنا سر مبارک خیمے سے باہر نکالا اور فرمایا: میں نے اس رات کی تلاش میں پہلے دس دن کا اعتکاف کیا، پھر میں نے بیچ کے دس دن کا اعتکاف کیا۔ تب میرے پاس آنے والا آیا اور اس نے مجھ سے کہا: ''لیلۃ القدر رمضان کی آخری دس راتوں میں ہے۔ پس جو لوگ میرے ساتھ اعتکاف میں بیٹھے تھے انھیں چاہیے کہ وہ اب آخری دس دن بھی اعتکاف کریں۔ مجھے یہ رات (لیلۃ القدر) دکھائی گئی تھی مگر پھر بھلا دی گئی اور میں نے دیکھا کہ میں اس رات کی صبح کو پانی اور مٹی میں (برسات کی وجہ سے) نماز پڑھ رہا ہوں۔ پس تم لوگ اسے آخری دس دنوں کی طاق تاریخوں میں تلاش کرو۔'' (بخاری ومسلم)

جہاں تک شب قدر کی تعیین تعلق ہے تو اس سلسلے میں بہت سی احادیث ہیں۔ ایک حدیث میں ہے: تحروا لیلۃ القدر فی العشر الاواخر من رمضان۔

شب قدر رمضان کے آخری عشرے میں تلاش کرو۔

بخاری شریف کی ہی ایک اور روایت کے مطابق آپؐ کا ارشاد ہے:

تحروا لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الاواخر من رمضان۔ شب قدر کو رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

اگر آخری عشرے کی طاق راتوں (۲۱۔ ۲۳۔ ۲۵۔ ۲۷۔ ۲۹) کو مراد لیا جائے اور شب قدر کو ان راتوں میں دائر اور ہر رمضان میں منتقل ہونے والا قرار دیا جائے تو ایسی صورت تمام احادیث صحیحہ میں جو تعیین شب قدر کے متعلق آئی ہیں، تطبیق جمع ہو جاتی ہے۔ اسی لیے اکثر ائمہ فقہا نے اس کو عشرہ اخیرہ میں منتقل ہونے والی رات قرار دیا ہے۔

آپ ؐ کا یہ طرزِ عمل اور شب قدر کی تلاش و جستجو اور اس کا اہتمام اس کی اہمیت کا پتہ دیتا ہے۔ مذکورہ واقعہ سے یہ بات بالکل درست ثابت ہوتی ہے کہ اعتکاف کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ معتکف کو اس رات کی خیر و برکت سے مالا مال کر دیتا ہے۔ اس لیے کہ معتکف کا ہر عمل خدا کی رضا کے لیے اسی کے دربار میں حاضری کے ساتھ ہوتا ہے۔ جو عبادت میں شمار کیا جاتا ہے۔ لہذا آخری عشرے کی طاق راتیں بھی انھیں میسر ہوتی ہیں جس میں شب قدر کو تلاش کرنے کا حکم ہے۔

شب قدر کی دعا

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ نے نبی کریم ؐ سے دریافت کیا کہ اگر میں شب قدر کو پاؤں تو کیا دعا کروں۔ آپ نے فرمایا: یہ دعا کرو۔

اللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّی ''(قرطبی)۔ اے اللہ آپ بہت معاف کرنے والے ہیں اور عفو و درگزر کو پسند فرماتے ہیں میری خطائیں معاف فرمایئے، ظاہر ہے جب اللہ بندے کو معاف فرما دیا تو پھر وہ اللہ کا محبوب ہو گیا۔

کیا رمضان میں سفر اور جہاد فی سبیل اللہ کی اجازت ہے

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماہ رمضان المبارک میں سفر بھی کیا اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے غزوات بھی کیے۔ اس طرح آپ نے کئی بار حالت سفر میں روزہ بھی رکھا اور کئی بار صحابہ کے درمیان پانی منگوا کر روزہ توڑ بھی دیا تا کہ صحابہ کو حالت سفر میں اور جنگی ضرورت کے پیش نظر کم زوری کا احساس نہ ہو۔ غور کریں تو محسوس ہوگا کہ رمضان کا تعلق جہاد فی سبیل اللہ کے ساتھ گہرا معلوم ہوتا ہے۔ مسلمانوں کی پہلی جنگ جسے یوم الفرقان سے تعبیر کیا جاتا ہے، یعنی جنگ بدر جسے قرآن نے بھی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ 17 رمضان المبارک کو ہوئی۔ فتح مکہ کی سورت

میں حج اور عمرے کی سعادت یہ بھی رمضان المبارک میں حاصل ہوئی۔ تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا اس کے علاوہ بہت سے معرکے رمضان المبارک میں ہوئے۔ اس لیے مسلمانوں کی بڑی ذمہ داری ہے کہ ایسے مشکل وقت میں جب کہ روزہ کی حالت میں ہو تو اسے مزید مجاہدے کی ضرورت ہے۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ اللہ کا قرب حاصل ہو سکے۔

رمضان کی آخری رات

رمضان کی آخری رات جسے سب عید کی 'چاند رات' کہتے ہیں، اس میں بہت سے لوگ عبادت میں مشغول ہوتے ہیں لیکن بہت سے لوگ ہیں جو عید کی خریداری میں مصروف ملتے ہیں۔
جب کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے امت مسلمہ کی مغفرت کی رات سے تعبیر کیا ہے:

قِيلَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَهِيَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ؟ قَالَ: لَا، وَلَكِنَّ الْعَامِلَ إِنَّمَا يُوَفَّى أَجْرَهُ إِذَا قَضَى عَمَلَهُ۔

رمضان کی آخری رات کو میری امت کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ کیا یہی وہ لیلۃ القدر ہے؟ حضورؐ نے ارشاد فرمایا نہیں، بلکہ مزدور کو اس کی مزدوری اس وقت دی جاتی ہے جب وہ اپنا کام مکمل کر لیتا ہے۔ (مسند احمد)
معلوم ہوا کہ سعادتمندوں کیلئے آخری رات نہایت قیمتی ہے۔

صدقہ فطر کے فضیلت و اہمیت

رمضان المبارک کے اختتام پر صدقہ فطر اداء کیا جاتا ہے، جس میں غریبوں کی غمخواری بھی ہے اور روزوں میں ہونے والی کوتاہیوں کا تدارک اور اُس کی تلافی کا فائدہ بھی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِس کا حکم بھی دیا ہے اور اِس کے فضائل و فوائد بھی ذکر کیے ہیں۔ ذیل میں اِس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

(1) صدقہ فطر روزوں میں ہونے والی کوتاہیوں کی تلافی کا ذریعہ ہے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فَرَضَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ طُهْرَةً لِلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ، وَطُعْمَةً لِلْمَسَاكِينِ، مَنْ أَدَّاهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ، فَهِيَ زَكَاةٌ مَقْبُولَةٌ، وَمَنْ أَدَّاهَا بَعْدَ الصَّلَاةِ، فَهِيَ صَدَقَةٌ مِنَ الصَّدَقَاتِ"۔

رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر روزے داروں کو بے کار اور بے ہودہ باتوں سے پاکیزگی اور مساکین کو کھلانے (یعنی ان کی مدد وغیرہ) کے لیے مقرر فرمایا، پس جس نے اس کو عید کی نماز سے پہلے ادا کر دیا تو یہ مقبول صدقۂ فطر ہے اور جس نے عید کی نماز کے بعد ادا کیا تو یہ عام صدقہ ہے (یعنی عید کی نماز سے پہلے ادا کئے گئے صدقہ کے برابر فضیلت نہیں رکھتا)۔ (ابوداؤد:1609)

(2) صدقہ فطر سے غرباء و مساکین کیلئے کھانے کا اِنتظام ہوتا ہے:

ماقبل ذکر کردہ ابوداؤد کی حدیث میں صدقہ فطر کا ایک فائدہ: "وَطُعْمَةً لِلْمَسَاكِينِ" بھی ذکر کیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ صدقہ فطر کے ذریعہ غریب و مسکین کے کھانے کا بھی انتظام ہوجاتا ہے اور اُس کی مدد ہوتی ہے، وہ بھی کسی نہ کسی طور پر اپنے گھر والوں کے ساتھ عید الفطر کی خوشیوں میں شریک ہوجاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے صدقۂ فطر کو فرض (یعنی واجب قرار دیا اور فرمایا: أَغْنُوهُمْ فِي هٰذَا الْيَوْمِ۔

غریبوں کو اس دن غنی کردو (یعنی ان کے ساتھ مالی معاونت کرو)۔ (دارقطنی:2133)

(3) صدقہ فطر روزوں کی قبولیت کا ذریعہ ہے:

حضرت جریر سے نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد منقول ہے: "صَوْمُ شَهْرِ رَمَضَانَ مُعَلَّقٌ بَيْنَ

السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَا یُرْفَعُ إِلَّا بِزَکَاۃِ الْفِطْرِ "رمضان کے روزے آسمان اور زمین کے درمیان معلق (لٹکے) رہتے ہیں، جنہیں (اللہ کی طرف) صدقۂ فطر کے بغیر نہیں اٹھایا جاتا (یعنی قبول نہیں کیا جاتا)۔ (الترغیب والترھیب:1653)

(4) صدقہ فطر مال کی پاکیزگی اور برکت کا باعث ہے:

ایک اور روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: صدقہ فطر (واجب ہے) گیہوں میں سے ایک صاع دو آدمیوں کی طرف سے (یعنی ہر ایک کی جانب سے آدھا آدھا صاع ہوگا) خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے،، آزاد ہوں یا غلام، مرد ہوں یا عورت، اور ایک روایت کے مطابق "غنی ہو یا فقیر"۔

اُس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اِرشاد فرمایا:

أَمَّا غَنِیُّکُمْ فَیُزَکِّیهِ اللّٰہُ وَأَمَّا فَقِیرُکُمْ فَیَرُدُّ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ أَکْثَرَ مِمَّا أَعْطَی۔

غنی کا معاملہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مال دار کو تو صدقہ فطر ادا کرنے کی وجہ سے پاکیزہ بنادیتا ہے اور فقیر (جو مالک نصاب نہ ہو) اس کو اس سے زیادہ عنایت فرماتا ہے، جتنا اس نے صدقہ فطر کے طور پر دیا ہے۔ (ابوداؤد:1619)

(5) صدقہ فطر سے موت کی سختی اور عذابِ قبر سے نجات:

حضرات فقہاء کرامؒ فرماتے ہیں:

"فِی صَدَقَةِ الْفِطْرِ ثَلَاثَةُ أَشْیَاءَ: قَبُولُ الصَّوْمِ وَالْفَلَاحُ وَالنَّجَاۃُ مِنْ سَکَرَاتِ الْمَوْتِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ۔

صدقہ فطر کی ادائیگی سے تین بڑے فائدے حاصل ہوتے ہیں: روزے قبول ہوتے ہیں کامیابی ملتی ہے اور موت کی سختی اور قبر کے عذاب سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ (مجمع الانہر:1/226)

صدقۂ فطر چھوٹے بڑے سب پر واجب ہے

صدقۂ فطر واجب ہے، اس کے ادا کرنے کا حکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سال دیا جس سال رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے تھے، صدقۂ فطر واجب ہونے کے لئے تین شرطین ہیں۔ مسلمان ہونا آزاد ہونا۔ نابالغ ہونا۔

کسی ایسے نصاب کا مالک ہونا جو اصلی ضرورتوں اور ضروری حاجتوں سے فارغ ہو، قرض سے بالکل یا بقدر ایک نصاب محفوظ ہو، البتہ صدقۂ فطر واجب ہونے کے لئے نصاب پر سال کا گذرنا شرط نہیں ہے، نہ مال کا تجارتی ہونا شرط ہے، نہ صاحب مال کا بالغ اور عاقل ہونا شرط ہے، یہاں تک کہ نابالغ بچوں اور مجنونوں پر صدقۂ فطر واجب ہے، ان کے اولیاء کو ان کی طرف سے ادا کرنا چاہئے، صدقۂ فطر کا ادا کرنا اس شخص کے ذمہ واجب ہے، جو صاحب نصاب اور مالدار ہو، یعنی جس کے پاس ساڑھے سات تولہ یعنی 78 گرام یا 479 ملی گرام چاندی ہو یا ان دونوں میں سے کسی ایک کی قیمت کے برابر نقد روپئے یا مال تجارت ہو۔

پھر جس آدمی کے ذمہ صدقۂ فطر ہے اس کو چاہئے کہ عید سے اتنا پہلے ادا کردے کہ بیچارے غرباء اپنے کھانے پینے کا صحیح سے نظم کرسکیں لیکن اگر کسی وجہ سے صدقۂ فطر وقت پر نہیں ادا کرسکا تو بعد میں بھی دے سکتا ہے ادا ہوجائے گا۔ اگر آدمی کے پاس غلہ وغیرہ نہیں ہے صدقہ کے لئے صرف پیسے ہی ہیں تو بہتر یہ ہے کہ پیسے دیدے تاکہ ضرورت منداپنی صوابدید کے مطابق جو خریدنا چاہے خرید لے۔ (خطبات رحیمی جلد ہشتم، ص/ 138)

رمضان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فیاضی اور سخاوت

صدقہ اور خیرات کیجئے، غریبوں، بیواؤں اور یتیموں کی خبر گیری کیجئے اور ناداروں کی سحری او

رافطار کا اہتمام کیجئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ یہ مواسات کا مہینہ ہے، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سخی اور فیاض تو تھے ہی مگر رمضان میں تو آپ کی سخاوت بہت ہی بڑھ جاتی تھی، جب حضرت جبرئیلؑ ہر رات کو آپ کے پاس آتے اور قرآن پاک پڑھتے اور سنتے تھے تو ان دنوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تیز چلنے والی ہوا سے بھی زیادہ فیاض ہوتے تھے۔

گویا اپنے دونوں ہاتھوں سے لٹاتے تھے اور کسی آنے والے کو یا کسی ضرورت مند کو خالی ہاتھ نہ بھیجتے کچھ ایسے لوگ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے جو شرم کی وجہ سے زبان سے کچھ نہ کہتے لیکن آپ ان کو بھی خوب نوازتے تھے۔ صدقۂ فطر مسلمانوں کی آپس کی ہمدردی کا وہ کم سے کم اور گرے سے گرا حصہ ہے کہ اتنا بھی نہ ہو تو مالداروں پر خدائی قہر اترتا ہے ان کی کمائیوں کی برکتیں ختم ہو جاتی ہیں، خدائے قہار وجبّار ان کے پیچھے ایسی الجھنیں لگا دیتا ہے کہ صدقۂ فطر سے کہیں زیادہ پیسہ برباد ہو جاتا ہے اور کسی غریب کے ایک دن کے رونے کی پرواہ نہ کرنے کی سزا میں خدائے غیور اس بے غیرت دولتمند کو بھی برسوں گھٹنوں میں سر دے کر رلاتا ہے اور جب یہ بندے خوشیوں اور مسرتوں میں دوسروں کو اپنا شریک نہیں کرتے تو خدائے دانا و بینا غموں تکلیفوں، آنسوؤں اور ہچکیوں میں دونوں کو شریک کر کے اپنے تمام بندوں کو یکساں کر دیتا ہے۔ (حوالہ بالا)

صدقۂ فطر کا مصرف

صدقۂ فطر ان لوگوں کو دینا چاہیے جن کو زکوۃ دی جاتی ہے جیسے فقیر مسکین وغیرہ۔

صدقۂ فطر کافر کو دینے کے بارے میں اختلاف ہے، بعض علما نے اجازت دی ہے: مگر فتویٰ اس پر ہے کہ نہ دینا چاہیے۔ (الدر المختار مع الشامي: ۲/ ۳۵۲)

پھر یہ اختلاف بھی اس کافر کے متعلق ہے، جو اسلامی حکومت کے سائے میں جزیہ دے کر زندگی گذارتا ہے، جس کو اصطلاح میں ''ذمی'' کہتے ہیں اور جو ذمی نہ ہو؛ بلکہ دارالحرب کا کافر ہو، اس کو دینا کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں۔ (الدر المختار مع الشامي: ۲/ ۳۵۲)

عید صدقۂ فطر کی قیمت بازار کے حساب سے لگائی جائے

بڑے شہروں اور قصبات میں لوگوں کی سہولت کے لیے کنٹرول ریٹ پر اناج غلہ دیا جاتا ہے اور اس رعایت کا مستحق وہ ہوتا ہے جس نے ''راشن کارڈ'' بنالیا ہو، عام بازاری قیمت کے لحاظ سے راشن کارڈ پر دیا جانے والا اناج بہت سستا ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ جو لوگ کنٹرول ریٹ کے گیہوں کھاتے ہیں، وہ صدقۂ فطر اگر قیمت کے لحاظ سے دینا چاہیں، تو کیا اسی کنٹرول ریٹ کے حساب سے دینا کافی ہوگا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ کنٹرول ریٹ گیہوں خرید کر گیہوں ہی پونے دوکلو دے دے تو درست ہے؛ لیکن اگر صدقۂ فطر قیمت سے دینا ہو، تو عام بازاری قیمت کا اعتبار ہوگا؛ کنٹرول ریٹ کا اعتبار نہیں؛ کیونکہ فقیر آدمی اگر اس رقم سے پونے دوکلو گیہوں بازار سے خریدنا چاہے، تو نہیں خرید سکتا؛ بل کہ پونے دوکلو سے کم گیہوں آئیں گے اور ہر آدمی کے پاس راشن کارڈ ہونا ضروری نہیں؛ اس لیے عام بازار کی قیمت دینا چاہیے؛ تاکہ اگر وہ فقیر آدمی بازار سے پونے دوکلو گیہوں خریدنا چاہے، تو اس رقم سے خرید سکے۔

عورت کا صدقۂ فطر

عورت اپنے مال سے اپنا صدقۂ فطر ادا کرے گی، عورت کا صدقۂ فطر شوہر کے ذمہ نہیں ہے، یہی امام ابوحنیفہ وامام ثوری وامام ابن المنذر رحمہم اللہ کا مسلک ہے۔ اور امام شافعی وامام

مالک وامام احمد رحمہم اللہ وغیرہ حضرات کے نزدیک عورت کا صدقہ فطر اس کے شوہر کے ذمہ ہے، جس طرح اس کا نفقہ شوہر پر ہے۔ (طحاوی:۲/۴۷۵)

امام سرخسی رحمہ اللہ کی ''المبسوط'' میں ہے:

''ولا یؤدی الزوج زکاة الفطر عن زوجته''۔

(شوہر اپنی بیوی کی جانب سے صدقۂ فطر ادا نہیں کرے گا۔ (فتح الباری:۳/۳۶۹)

اگر کوئی شوہر بیوی کی اجازت کے ساتھ اس کا صدقۂ فطر دیدے تو جائز ہے اور اگر اس کی اجازت کے بغیر اس کا صدقۂ فطر ادا کردے تو بعض علما نے کہا کہ یہ ادا نہ ہوگا لیکن امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی روایت میں استحساناً یہ جائز و درست ہو جائے گا۔

علامہ سرخسی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

فإن أدّی الزوج عن زوجته بأمرها جاز، وإن أدّی عنها بغیر أمرها لم یجز فی القیاس، کما لو أدّی عن أجنبی، ویجوز استحساناً۔ فی روایة عن أبی یوسف رحمه الله؛ لأن العادة أن الزوج هو الذی یؤدی فکان الأمر منها ثابتاً باعتبار العادة''۔

پس اگر شوہر اپنی زوجہ کی طرف سے اس کے حکم سے دے دے تو جائز ہے اور اگر اس کے حکم کے بغیر دے دے تو قیاس میں یہ جائز نہیں ہے جیسے اگر کسی اجنبی کی جانب سے دے تو جائز نہیں اور استحساناً ابو یوسف رحمہ اللہ کی روایت میں یہ جائز ہے؛ کیوں کہ عادت یہی ہے کہ شوہر ہی صدقہ ادا کرتا ہے پس زوجہ کی جانب سے حکم باعتبار عادت کے ثابت ہے۔ (المبسوط:۳/۱۰۵)

ایک مشہور غلط فہمی کا ازالہ:

اکثر عوام میں مشہور ہے کہ صدقہ فطر اس پر واجب ہے جس نے روزہ رکھا ہو اور جس نے روزہ نہیں رکھا اس پر صدقۂ فطر نہیں ہے۔ یہ بے اصل اور غلط ہے۔ صحیح یہ ہے کہ یہ صدقۂ فطر بھی

مستقل ایک عمل وعبادت ہے،خواہ روزہ رکھا ہو یا نہ رکھا ہو، ہر صورت میں صدقہ فطر دینا چاہئے جب کہ مال دار ہو۔

بدائع الصنائع میں ہے:

وکذلک وجود الصوم فی شهر رمضان لیس بشرط لوجوب الفطرة حتی أن من أفطر لکبر أو مرض أو سفر یلزمه صدقة الفطر لأن الأمر بأدائها مطلق عن هذا الشرط"۔

اور اسی طرح رمضان میں روزے کا پایا جانا صدقۂ فطر کے واجب ہونے کے لیے لازم نہیں ہے؛ لہٰذا جو شخص بڑھاپے یا بیماری یا سفر کی وجہ سے روزہ نہیں رکھا اس پر بھی صدقۂ فطر دینا لازم ہے؛ کیوں کہ صدقۂ فطر ادا کرنے کا حکم اس شرط سے مطلق ہے۔ (بدائع الصنائع: ۲/ ۷۰)

اسی طرح درمختار و شامی میں بھی ہے کہ اگر کسی نے روزہ نہیں رکھا تو اس پر بھی صدقۂ فطر واجب ہے، شامی نے تصریح کی ہے کہ خواہ کسی عذر کی وجہ سے نہ رکھا ہو یا بلا عذر جان بوجھ کر روزہ چھوڑا ہو ہر صورت میں صدقۂ فطر واجب ہے۔ (الدر المختار مع الشامي: ۲/ ۲۶۱)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی نے روزہ نہیں رکھا خواہ بڑھاپے کی وجہ سے یا بیماری یا سفر کی وجہ سے یا ویسے ہی غفلت و سستی کی وجہ سے تو اس سے صدقہ فطر ساقط نہیں ہوتا، اس کو خوب ذہن نشین کر لینا چاہئے۔

بڑی اولاد کی طرف سے صدقۂ فطر

عاقل بالغ اولاد کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا باپ پر ضروری نہیں ہے؛ لیکن اگر وہ بچے باپ کی پرورش میں رہتے ہوں اور باپ ان کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کر دے تو درست ہو جائے گا۔

لا عن زوجته وولده الکبیر العاقل ولو أدی عنهما بلا إذنٍ أجزأ استحسانا للإذن عادةً أی لو فی عیاله وإلا فلا۔

(درمختار زکریا ۳/ ۳۱۷، تاتارخانیة ۳/ ۴۵۹-۴۶۱، ہدایة ۱/ ۲۰۹، البحر الرائق ۲/ ۲۵۲ کراچی)

کیا بیوی کا صدقۂ فطر شوہر پر ہے؟

بیوی کا صدقۂ فطر شوہر پر واجب نہیں ہے؛ لیکن اگر اس کی طرف سے ادا کردے تو ادا ہوجائے گا، خواہ بیوی سے اجازت لی ہو یا نہ لی ہو۔

ولا یخرج احد الزوجین عن صاحبه، ولو اعطی صدقة الفطر عن زوجته اجزأه وان لم یأمره ذلک، وفی الخانیة وعلیه الفتویٰ۔

(تاتارخانیۃ زکریا ۳/ ۴۶۰-۴۶۱، درمختار بیروت ۳/ ۲۸۵، زکریا ۳/ ۳۱۷، ہدایۃ ۱/ ۲۰۹، مراقی الفلاح ۳۹۵)

حمل کی طرف سے صدقۃ الفطر واجب نہیں

جو بچہ عیدالفطر کے روز ماں کے پیٹ میں ہو اس کی طرف سے اس کے باپ پر صدقۂ فطر واجب نہیں ہے۔

ولا یخرج عن الحمل لانعدام کمال الولایة ولانه لا یعلم حیوته۔

(بدائع الصنائع زکریا ۲/ ۲۰۳، ہندیۃ ۱/ ۱۹۲، خانیۃ ۱/ ۲۳۰، تاتارخانیۃ زکریا ۳/ ۴۶۲)

مرحومین کی طرف سے صدقۃ الفطر نہیں

جس شخص کا انتقال عیدالفطر کی صبح صادق سے قبل ہوجائے اس کی طرف سے صدقۂ فطر واجب نہیں ہوتا۔

فمن مات او افتقر قبله لا تلزمه۔ (مراقی الفلاح ۳۹۵، درمختار مع الشامی زکریا ۳/ ۳۲۲، ہندیۃ ۱/ ۱۹۲)

صدقۃ الفطر کی ادائیگی کا مستحب وقت

مستحب یہ ہے کہ عیدالفطر کے دن نماز عید کے لئے جانے سے پہلے پہلے صدقۃ الفطر ادا کردیا جائے۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یأمر باخراج الزکوٰۃ قبل الغدو للصلاۃ یوم الفطر۔ (ترمذی شریف ۱/۱۴۶)

والمستحب ان یخرج الناس الفطرۃ یوم الفطر قبل الخروج الی المصلی۔

(ہدایۃ ۱/۲۱۱، تاتارخانیۃ زکریا ۳/۴۵۱، ہندیۃ ۱/۱۹۲، خانیۃ ۱/۲۳۲)

صدقۂ فطر رمضان میں ادا کرنا

صدقۂ فطر رمضان المبارک میں بھی دینا درست ہے؛ البتہ رمضان المبارک سے قبل ادا کرنا مفتی بہ قول کے مطابق درست نہ ہوگا۔

والمختار إذا دخل شہر رمضان یجوز وقبلہ لا یجوز، وفی الظہیریۃ: وعلیہ الفتوی۔ (تاتارخانیۃ زکریا ۳/۴۵۲)

عید کی نماز کے بعد صدقۂ فطر ادا کرنا

افضل یہ ہے کہ عید الفطر کی نماز سے قبل فطرہ ادا کر دیا جائے؛ لیکن اگر اس وقت ادا نہ کیا تو بعد میں جب چاہے ادا کرسکتا ہے، اور جب بھی ادا کرے گا وہ ادا ہی کہلائے گا، اس کو قضاء نہیں کہا جائے گا۔

ولا تسقط صدقۃ الفطر بالتاخیر وان طال وکان مؤدیاً لا قاضیاً۔ (مجمع الانہر ۱/۲۲۸، بدائع الصنائع ۲/۲۰۷، البحر الرائق زکریا ۲/۴۴۵)



سحر، ساحرین، جنات اور شیاطین سے نجات کا مجرب نسخہ

سلسلہ کے تمام حضرات اس مضمون کو بار بار پڑھ کر حرزِ جان بنالیں اور پورا پورا استفادہ کریں۔

﴿حضرت حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے نہایت قیمتی ملفوظات﴾

﴿جنات کیسے بھاگتے ہیں؟﴾

فرمایا: سالک طریقت کی پیشانی کے نور سے مومن جنات گرویدہ و دیگر جنات و شیاطین بھاگ جاتے ہیں، یہ نور ازلی ہوتا ہے، ہر پریشانی میں موجود ہوتا ہے، لیکن مستور رہتا ہے، نفس کی کدورت کی جھلی اس نور کو محجوب کئے ہوتی ہے۔

نفس جب کدورت سے پاک ہوتا ہے تو یہ نور منور ہو جاتا ہے، جگمگا اٹھتا ہے، ورنہ کسی اور طرح یہ حجاب نہیں اٹھ سکتا، بھاویں سو سو حیلے کرو، قرآن کریم کی تلاوت کے نور کا جلال جنات وشیاطین کو جلا دیتا ہے، کوئی بھی تاب نہیں لاسکتا۔

﴿قرآن شریف شیطان کو کیسے جلاتا ہے﴾

فرمایا: سالک جب قرآن شریف کی تلاوت میں محو ہوتا ہے قرآن مجید کے نور کے جلال سے ہمزات شیاطین لاغر نحیف اور بے بس ہو کر توبہ توبہ کرنے لگتے ہیں، قرآن کریم کی تلاوت کے نور کا جلال شیطان کو جلا دیتا ہے، تلاوت قرآن، نماز، ذکر ان تینوں میں ہر مرض سے کلی شفاء ہے، ان تینوں کی کثرت مساوی ہو یہی سلف صالحین کا نسخۂ کیمیا ہے۔

شیطان سے بچنے کا ہتھیار

فرمایا: دیکھئے بیت اللہ، اللہ تعالیٰ کا گھر ہے ابرہہ نے چاہا تھا کہ اس گھر کے اوپر قبضہ

جمائے ، اللہ تعالی نے ابابیلوں کو مسلط کر دیا، انہوں نے کنکریاں مار مار کر اس کے پورے لشکر کو کھائے ہوئے بھس کی طرح بنا دیا ، بالکل اسی طرح انسان کا دل اللہ تعالی کا گھر ہے، اگر شیطان اس کی طرف قدم بڑھانا چاہے تو آپ لا الہ الا اللہ کی ضربوں سے اور اللہ اللہ کے الفاظ سے اس کے اوپر پتھروں کی بوچھاڑ کیجئے ، پھر دیکھئے کہ اللہ آپ کو شیطان سے محفوظ فرما لیں گے اور قرآن پاک میں اللہ تبارک وتعالی نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ۔

(سورہ الاعراف، آیت:201)

ترجمہ: بلاشبہ جنہوں نے تقوی اختیار کیا جب شیطان کی طرف سے کوئی خیال بھی ان کو چھوتا ہے تو وہ اللہ کا ذکر کر لیتے ہیں تو ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔





(حضرت مولانا) محمد علاء الدین صاحب قاسمی مدظلہ العالی

خلیفہ ومجاز بیعت

حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم ادریس حبان رحیمی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ ومجاز: حضرت حاذق الامت مولانا ذکی الدین صاحب پرنامبیؒ

خلیفہ ومجاز: مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب جلالآبادیؒ

خلیفہ ومجاز: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

شجرہ : سلسلۂ چشتیہ منظومہ: حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی

سلاسل اربعہ کے مشائخ کا مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ مشائخ کا شجرہ انفرادی اور اجتماعی طور پر پڑھنے سے مصائب دور، مسائل حل اور مقاصد پورے ہوتے ہیں، اسلئے باجازت شیخ اس کا اہتمام کرنا چاہئے۔

حمد ہے سب تیری ذات کبریا کیواسطے

اوردر و د و نعت ختم الانبیا ء کیو ا سطے

اور سب اصحاب وآل مجتبی کے واسطے

رحم کر مجھ پر الٰہی اولیاء کے کے واسطے

بالخصوص ان اولیائے باصفاکے واسطے

مولوی اشرف علی شمس الہدی کے واسطے

حاجی امداداللہ ذوالعطا کے واسطے
حاجی عبدالرحیم اہل غزا کے واسطے
شیخ عبدالباری شہ بے ریا کے واسطے
شاہ عبدالہادی پیر ہدے کے واسطے
شاہ عضدالدین عزیز دوسرا کے واسطے
شہ محمد اور محمد ی اتقیا کے واسطے
شہ محب اللہ شیخ باصفا کے واسطے
بوسعید اسد اہل ورا کے واسطے
شہ نظام الدین بلخی مقتدا کے واسطے
شہ جلال الدین جلیل اصفیا کیواسطے
عبد قدوس شہ صدق وصفا کیواسطے
اے خدا شیخ محمد راہنما کے واسطے
شیخ احمدعارفِ صاحب عطاء کیواسطے
احمد عبدالحق شہ ملکِ بقا کیواسطے
شہ جلال الدین کبیراولیاء کے واسطے
شیخ شمس الدین ترک باضیا کیواسطے
شیخ علاالدین صابر بارضا کیواسطے
شہ فریدالدین شکرگنج بقاکے واسطے
خواجہ قطب الدین مقتول دلا کیواسطے
شہ معین الدین حبیب کبریا ء کے واسطے
خواجہ عثمان با شرم وحیا کے واسطے
خواجۂ مودود چشتی پارسا کے واسطے

شاہ بویوسف شہ شاہ وگدا کیواسطے
بومحمد محترم شاہِ ولا کے واسطے
احمد ابدال چشتی باسخا کے واسطے
شیخ ابو اسحاق شامی خوش ادا کیواسطے
خواجہ ممشاد علوی بوالعلا کیواسطے
بوہبیرہ شاہ بصری پیشوا کیواسطے
شیخ حذیفہ مرعشی شاہِ صفا کیواسطے
شیخ ابراہیم ادہم بادشاہ کیواسطے
شیخ حسن بصری امام اولیاء کیواسطے
ہادی عالم علی شیر خدا کیواسطے
سرورعالم محمد مصطفٰے کے واسطے
یاالٰہی اپنی ذاتِ کبریا کے واسطے
یاحق اپنے عاشقان باوفا کیواسطے
یارب اپنے رحم واحسان وعطا کیواسطے
کررہائی کا سبب اس مبتلا کیواسطے
کون ہے تیرے سوا مجھ بے نوا کیواسطے
ہے عبادت کا سہارا عابدوں کیواسطے
ہے عصائے آہ مجھ بے دست وپا کیواسطے
بخش وہ نعمت جو کام آوے سدا کیواسطے
اپنے لطف ورحمت بے انتہا کیواسطے

☆☆☆☆

معمولات

صبح و شام

معمولات اور ان کی تعداد کم ہوں یا زیادہ مشائخ اپنے مریدین ومتوسلین کو ان کے حسب احوال ارشاد فرماتے ہیں۔ راقم السطور مندرجہ ذیل طریقے پر سالکین طریقت وعاشقان حق کی رہنمائی کا ادنی فریضہ انجام دیتا ہے۔

﴿طبقۂ اولیٰ﴾

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ الٰہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حضرت حکیم الامتؒ کے بعض ذاتی معمولات یہ تھے ۔تہجد کے بعد آپ اس طرح معمولات کو شروع فرماتے:

أَللّٰھُمَّ طَھِّرْ قَلْبِی عَنْ غَیْرِکَ وَ نَوِّرْ قَلْبِیْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِکَ ____ 3، بار

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْہِ ____ 100 بار

درود شریف۔ ____ 100 بار

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔ ____ 200 بار

اِلَّا اللّٰہ۔ ____ 400, بار

اَللّٰہُ اللّٰہ۔ ____ 600, بار

اَللّٰہُ۔ ____ 100 بار

تلاوت کلام پاک کم از کم ایک پارہ مع سورۂ یسین شریف۔

مناجات مقبول حضرت حکیم الامتؒ۔　ایک منزل

شام کے معمولات

استغفار۔ ______ 100،بار

لَآاِلٰہَ اِلَّا اللہ۔ ______ 100،بار

درود شریف۔ ______ 100،بار

سورۂ اخلاص،سورۂ فلق،سورۂ ناس،تین تین مرتبہ۔

طبقۂ ثانیہ صبح کے معمولات

أَللّٰھُمَّ طَھِّرْ قَلْبِی عَنْ غَیْرِكَ وَنَوِّرْ قَلْبِیْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِكَ ______ 3،بار

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ ______ 100،بار

درود شریف۔ ______ 100،بار

لَآاِلٰہَ اِلَّا اللہ۔ ______ 100،بار

اَللّٰہُ اللہ۔ ______ 100،بار

اللہ۔ ______ 100،بار

کم از کم سورۂ یٰسین شریف کی تلاوت، زیادہ سے زیادہ تلاوت کی کوئی حد نہیں۔

مناجات مقبول حکیم الامتؒ ہر روز۔ ______ ایک منزل

سورۂ اخلاص،سورۂ فلق،سورۂ ناس،تین تین مرتبہ۔

شام کے معمولات

استغفار۔ ______ 100،بار

لَآاِلٰہَ اِلَّا اللہ۔ ______ 100،بار

درود شریف۔ ______ 100،بار

سورۂ اخلاص،سورۂ فلق،سورۂ ناس،تین تین مرتبہ۔

طبقۂ اولیٰ کیلئے حسب طاقت صبح میں

سورۂ اخلاص۔ ________________ 100،بار

تیسرا کلمہ، سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر۔ ________ 100،بار

طبقۂ اخیر کیلئے صبح کے معمولات

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔ ________________ 33،بار

أَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّأَتُوْبُ اِلَیْہ۔ ________________ 33،بار

أَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَآلِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ۔ ________ 33،بار

قرآن شریف کی تلاوت کم از کم دس آیتیں۔ زیادہ کی کوئی حد نہیں۔

شام کے معمولات

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔ ________________ 33،بار

استغفار۔ ________________ 33،بار

درود شریف۔ ________________ 33،بار

سورۂ اخلاص، سورۂ فلق، سورۂ ناس، تین تین مرتبہ۔

عشاء کی نماز کے بعد وتر سے قبل دو یا چار رکعت تہجد ہر طبقہ کیلئے۔



{مؤلف کا تعارف}

نام : محمد علاء الدین قاسمی ابن الحاج حافظ حبیب اللہ صاحب۔

ولادت و پیدائش : مقام و پوسٹ: جھگڑوا، تھانہ جمال پور، وایا گھنشیام پور، ضلع دربھنگہ بہار (انڈیا)

ابتدائی تعلیم : ناظرہ، وحفظ، وقرأت قرآن شریف: مدرسہ عربیہ حسینیہ چلہ امروہہ ضلع مرادآباد یوپی۔

عربی اول : جامعہ قاسمیہ شاہی مرادآباد (یوپی)

عربی دوم، سوم : مدرسہ جامعہ اسلامیہ جامع مسجد امروہہ (یوپی)

اعلیٰ تعلیم : عربی چہارم تا دورۂ حدیث دارالعلوم دیوبند (یوپی)

فراغت : ۱۹۹۱ء

بعد فراغت مصروفیات

درس وتدریس : درجہ سوم تا ہفتم: مدرسہ حسینیہ شریوردھن کوکن مہاراشٹر۔

حرمین شریفین کی زیارت اور عملی سرگرمیاں: فریضۂ امامت اور جدہ اردو نیوز کے لئے کالم نگاری۔

موجودہ مصروفیات : خانقاہ اشرفیہ پالی کی ذمہ داری اور تصنیف وتالیف کے مشاغل۔



مؤلف کی مشہور کتابیں

۱۔ رمضان المبارک سے محرم الحرام تک۔
۲۔ اپنے عقائد کا جائزہ لیجئے۔
۳۔ نکاح اور طلاق۔
۴۔ حج گائیڈ۔
۵۔ چالیس حدیثیں۔
۶۔ جادوٹونا، اور کہانت کا حکم۔
۷۔ دس عظیم صحابہ کرامؓ کے ایمان افروز واقعات۔
۸۔ وعظ وادب کا خزانہ۔
۹۔ عظمت قرآن۔
۱۰۔ مسائل حاضرہ۔
۱۱۔ قربانی کے ضروری مسائل۔
۱۲۔ اصلاح کا تیر بہدف نسخہ ۔
۱۳۔ چراغ اصلاح۔
۱۴۔ تکبر ایک وبال ہے۔
۱۵۔ تنقید ایک بُری عادت ہے۔
۱۶۔ جنت کے حسین محلات اور لذیذ و نفیس نعمتیں۔
۱۷۔ تراویح کا پیسہ لینا جائز نہیں۔
۱۸۔ رمضان المبارک کو نفع بخش اور مقبول بنانے کے صحیح طریقے۔
۱۹۔ قیامت کی آخری علامتیں۔
۲۰ تصوف کی اہمیت وضرورت۔
۲۱۔ غیبت ایک گندہ عمل ہے۔

۲۲۔اصلاح کے قیمتی موتی۔

۲۳۔اصلاح کے اہم نسخے۔

۲۴۔اخلاص اور اخلاق۔

۲۵۔اصلاحی واقعات جلد،اوّل۔

۲۶۔اصلاحی واقعات جلد دوم۔

۲۷۔اصلاحی واقعات جلد سوم۔

۲۸۔دعاء کا صحیح طریقہ۔

۲۹۔اصلاح کا مبارک سفر۔

۳۰۔قربانی کی شرعی حیثیت۔

۳۱۔پنج وقتہ نماز اور ان کے ضروری مسائل۔

۳۲۔محرم الحرام تاریخ وشریعت کے آئینے میں۔

۳۳۔عہدہ ومنصب کا حریص،رسوائی اور وبال کا طالب ہے۔

۳۴۔روح اور نفس کے اوصاف احوال اور انجام۔

۳۵۔اتحاد واتفاق کے بغیر آپ کی جماعت کا فیل ہونا طے ہے۔

۳۶۔علماء کرام اصلاح کی روحانی چھاؤں میں۔

۳۷۔مزارات اولیاء کرامؒ اور ان کے فیوض وبرکات برحق ہیں۔

۳۸۔اصلاحی واقعات جلد چہارم۔

۳۹۔رجب المرجب اور شعبان المعظم پر ایک تحقیقی مطالعہ۔

۴۰۔عورت کا حجاب خدا کا حکم ہے۔

۴۱۔بچے اور بچیوں کا تعلیمی وتربیتی نصاب۔

۴۲۔رمضان المبارک کیسے گذاریں۔

﴿بیعت سے آدمی پاک صاف ہو جاتا ہے﴾

حضرت خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں میرا بیعت ہونے کو بہت جی چاہتا تھا، مگر ہمت نہیں ہوتی تھی کیونکہ مجھے یہ فکر دامن گیر تھی کہ اگر بیعت ہونے کے بعد بھی گناہ ہوتے رہے تو بیعت ہونے سے کیا فائدہ؟ اس لئے پہلے حضرت میرے ناپاک ہاتھوں کو اس قابل کر دیں کہ حضور کے پاک ہاتھوں میں دے سکوں، احقر کی عرض مذکور پر تمثیلاً فرمایا کہ: ایک دریا تھا اس کے پاس ایک ناپاک اور میلا کچیلا آدمی آیا اس دریا نے کہا کہ آ تو میرے پاس آ جا۔ اس نے کہا کہ میری بھلا کیا مجال ہے میں تیرے پاس آسکوں، تو بالکل صاف وشفاف، میں بالکل نجس، پلید، ناپاک، دریا نے جواب دیا تو تو اس حالت میں میرے پاس آنے نہیں پاتا اور بغیر میرے پاس آئے اور میرے اندر نہائے پاک ہو نہیں سکتا، تو بس ہمیشہ کیلئے دوری ہی رہی، ارے بھائی پاک ہونے کی تدبیر بھی تو یہی ہے کہ بس آنکھیں بند کر کے بلا پس وپیش میرے اندر کود پڑ بس، پھر فوراً ہی میرے اندر سے ایک ایسی موج اٹھے گی جو تیرے سر پر ہو کر گذر جائے گی اور آن کی آن میں تیری ساری نجاستوں کو دھو کر تجھے سر سے پاؤں تک بالکل صاف کر دے گی۔ (اشرف السوانح، ج/2، صفحہ/51)

نوٹ:

اس مضمون کو طباعت کے وقت بیک فرنٹ پر ڈالیں